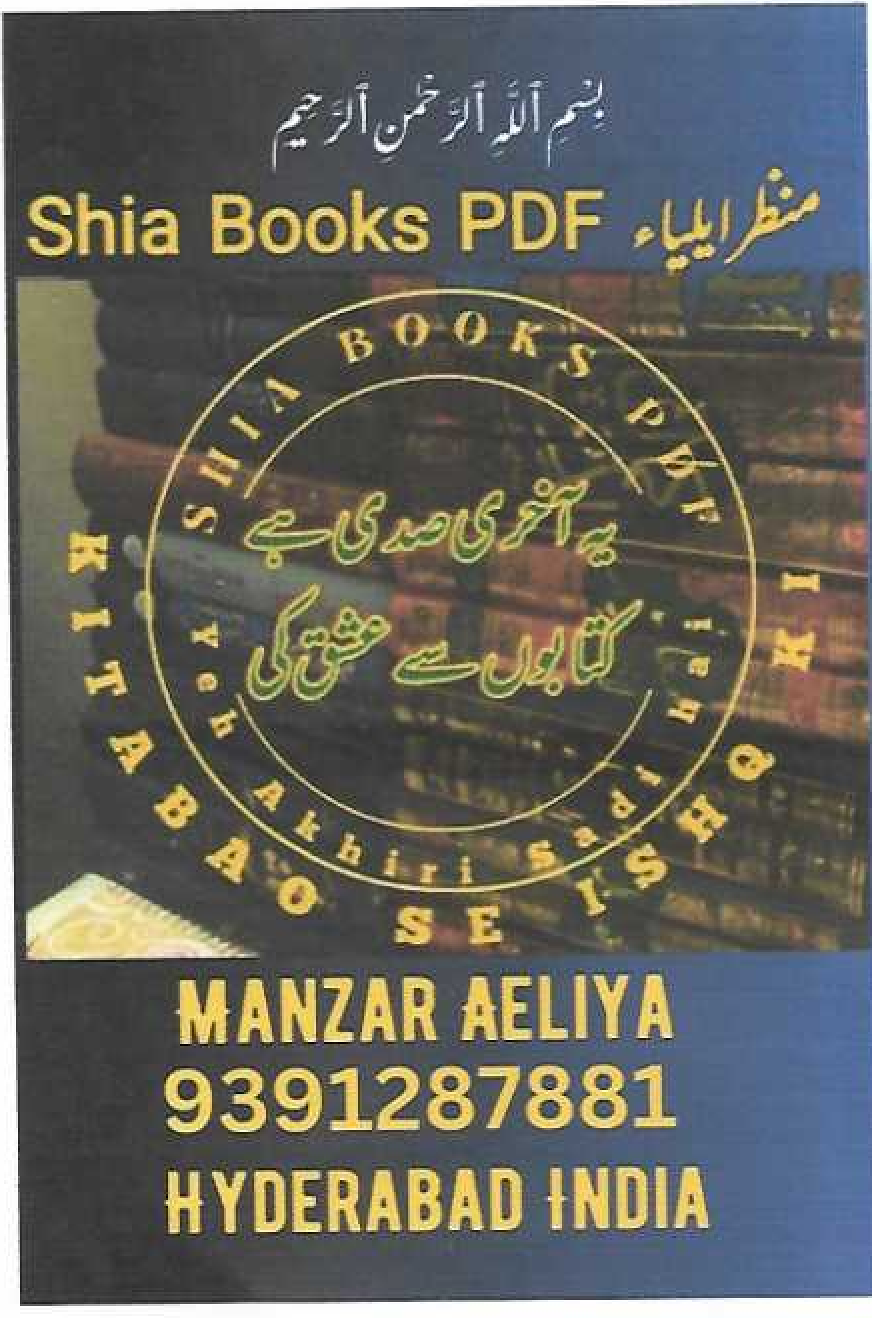
بسم اللہ الرحمن الرحیم
Shia Books PDF منظر ایلیاء
SHIA BOOKS PDF
یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی
Yeh Akhiri Sadi hai
KITABAO SE ISHQ KI
MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

واقعاتِ کربلا کے اسباب و علل

مختصر سیرتِ سید الشہداء

حسین

ابنِ علی علیہ السلام

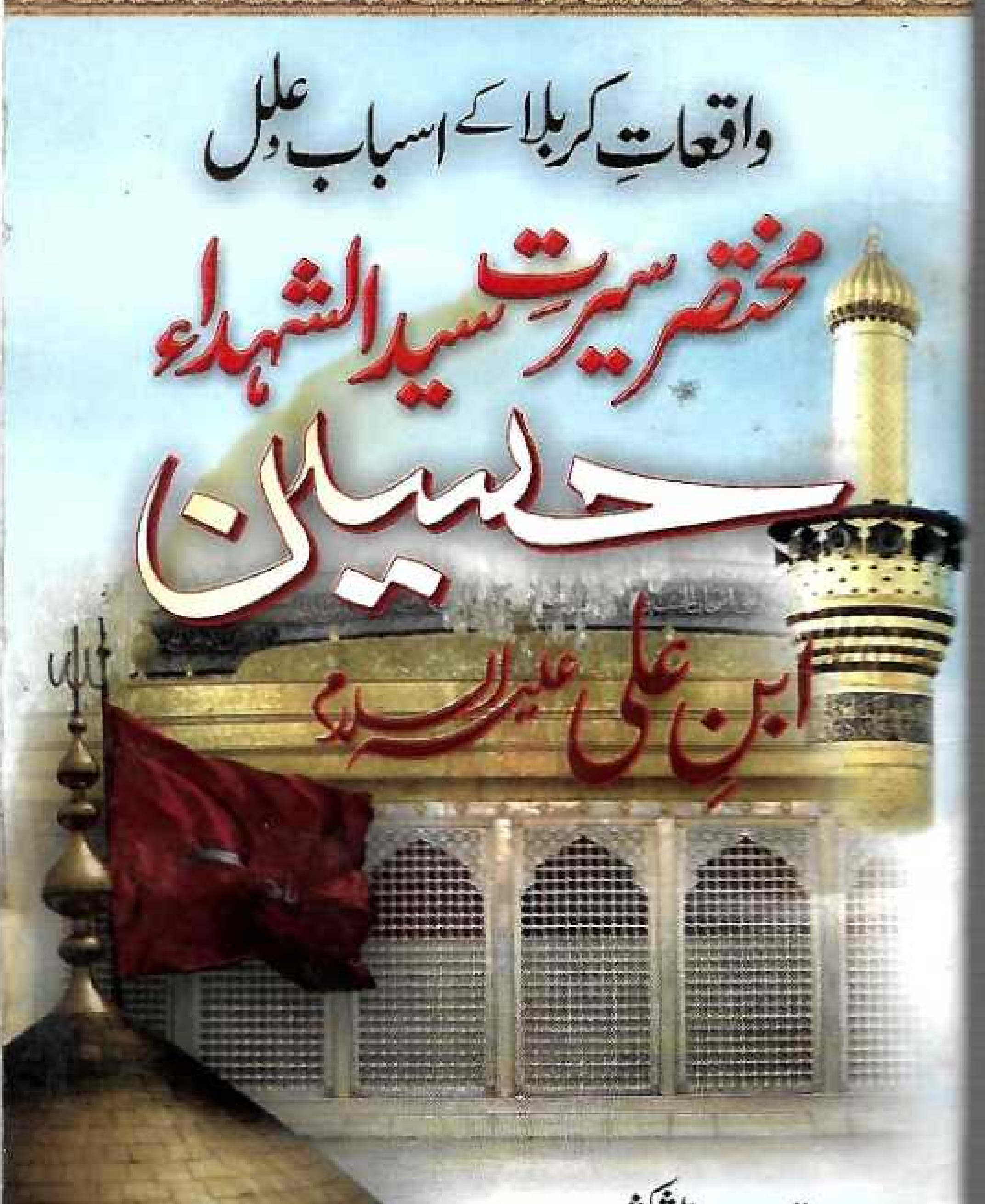

ترتیب و پیشکش

اصغر الانام محمد علی اعوان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حسینؑ منی وانا من الحسینؑ (حدیثِ رسولؐ)

واقعات کربلا کے اسباب وعِلل

مختصر سیرت سیّد الشہداء

حسینؑ ابنِ علی علیہ السلام

زندہ حق از قوتِ شبیری است　　باطل آخر داغ حسرتِ میری است

(علامہ اقبالؒ)

ترتیب وپیشکش

خاکپائے اہلبیت اصغرالانام محمد علی اعوان

نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

شائع کردہ

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

MBA

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882

E-mail: aniscopk@yahoo.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب ''مختصر سیرت سید الشہداء حسینؑ ابن علی علیہ السلام'' کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۶۲ء، گورنمنٹ آف پاکستان کے تحت رجسٹرڈ ہے لہٰذا اس کتاب کے کسی حصّے کی طباعت و اشاعت، اندازِ تحریر، ترتیب و طریقے، جزو یا کل کسی سائز میں نقل کر کے بلا تحریری اجازت طابع و ناشر غیر قانونی ہوگی۔

نام کتاب .... مختصر سیرت سید الشہداء حسینؑ ابن علی علیہ السلام

ترتیب و پیش کش: .... خاکپائے اہلبیت اصغر الانام محمد علی اعوان

صحت: .... سید فیضیاب علی رضوی

کمپوزنگ، لے آؤٹ: .... احمد گرافکس، کراچی

طباعت بار اول: ۱۰۰۰

تاریخ اشاعت: .... دسمبر ۲۰۱۳ء

ہدیہ .... ۶۰ روپے

ناشر

محفوظ بک ایجنسی — مارٹن روڈ کراچی

MBA

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

فہرست مضامین

پیش گفتار...... نرجس عباس ۴
پیش لفظ ۵
نذرانۂ عقیدت بحضور امام حسینؑ ۶
رسول کریمؐ کے بعد امامت ۲۱
جانشینِ ختمی مرتبتؐ بارہ امام ۲۲
از روئے قرآن اطاعتِ امام واجب ہے ۲۳
خلافت ۲۴
غزوۂ تبوک اور تقرر خلیفہ ۲۹
قصص الانبیاء فی القرآن ۳۱
قصۂ ہابیل و قابیل ۳۲
خاندانِ قریش ۳۳
بنی ہاشم اور بنی امیہ ۳۳
شجرۂ طیبہ و شجرۂ خبیثہ ملعونہ ۳۴
اولادِ حضرت عبدالمطلبؑ اور قریش ۳۵
خلافت ظاہری بعد از رسولؐ ۳۷
سیرت معاویہ ابن ابوسفیان ۴۰
صلح امام حسنؑ ۴۳
امام حسینؑ کا خط معاویہ کے نام ۴۵
مقصدِ شہادت امام حسینؑ ۴۹
کربلا میں سازشیں بے نقاب (آشکار) ۵۰
سید الشہداء امام حسینؑ اور سانحہ کربلا ۵۳
شہادت کی پیشن گوئی ۵۴
شہزادہ حسینؑ کی پرورش و پرداخت ۵۶
مادرِ حسینؑ سیدۃ النساء العالمین ۵۷
معراجِ حسینؑ:۔ پرورش کنندگان
رسولؐ کی معراج ۶۲
محبتِ حسینؑ ۶۳
فضائل و مناقب حسینؑ ۶۴
امام حسینؑ گردابِ مصائب میں ۶۵
امام حسینؑ سے یزید کا مطالبۂ بیعت ۶۶
روضۂ رسولؐ پر حاضری اور مدینہ سے ہجرت ۶۷
اپنے بھائی محمد حنفیہؓ کے نام وصیت نامہ ۶۹
امام حسینؑ کا سفر جانب کوفہ ۷۱
افواج کوفہ و شام کی آمد ۷۲
صبح عاشور ۷۴
اصحاب حسینؑ کی شہادت ۷۵
نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ کی شہادت ۸۱
عصر عاشور الوداعی سلام ۸۲
شام غریباں ۸۶
زوجۂ حر کی آمد ۸۷
اسیرانِ اہلبیتؑ کا کوفہ میں داخلہ ۸۸
قیدی ابن زیاد کے دربار میں ۸۹
حضرت عبداللہ بن عفیف کی شہادت ۹۰
اسیرانِ اہلبیتؑ دربار یزید میں ۹۱
ملعون یزید کا انوکھا ظلم ۹۳

پیش گفتار

یہ کتاب میرے والد محمد علی نے لکھی اور یہ ان کی آخری تحریر تھی ادھر یہ مکمل ہوئی اور ان کا انتقال ہوگیا۔ موصوف نے جن حالات میں یہ کتاب مکمل کی اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ ہم گوجرانوالہ کے قریب نوشہرہ ورکاں میں رہتے ہیں جہاں پر والد صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروا رکھی ہے۔ انتقال سے پہلے ماہ شعبان میں ساہیوال کے ایک گاؤں 175-9L میں امام بارگاہ کی تعمیر کے لئے اپنا گھر چھوڑا۔ جہاں پہلے ہی والد صاحب ایک مسجد تعمیر کرا چکے تھے۔ اس کے علاوہ چک 75 میں امام بارگاہ بنوائی۔ یہ ایسے گاؤں ہیں جہاں ڈاکٹر اور دوا کی سہولت بھی میسر نہیں۔

۱۹ رمضان کو سر میں تکلیف ہوئی۔ ۲۱ رمضان کو طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو لوگ ساہیوال لے گئے۔ وہاں سے لاہور اور پھر ۲۶ رمضان کو ہمیں چھوڑ کر خدمت آل محمد میں حاضری کے لئے انتقال کر گئے۔ شب ۲۷ رمضان شب جمعہ دفنا دیا گیا۔ ساری زندگی ہم نے قلم ان کے ہاتھ میں دیکھا۔ کئی ایک کتابیں لکھیں، مجلس بھی پڑھتے تھے۔ مناظرے کرنا ان کا شوق تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا گاؤں کے بازار میں لوگ جمع ہو جاتے اس مجمع میں اہل سنت بھی ہوتے تھے۔ صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی سے بے شمار حدیثیں یاد تھیں کتابوں کا ایک بنڈل ہر وقت ساتھ رہتا۔ ایسی دلیلیں دیتے تھے کہ لوگ قائل ہو جائیں لوگوں میں تعصب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ وقت لے کر اجتماع کرتے اور آپ کو بلا کر لے جاتے۔

پاکستان ایرفورس میں ایک افسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہم نے دیکھا ساری زندگی خدمت اہل بیتؑ کے لئے وقف کر رکھی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی مشن پر آئے ہیں اور اسی مشن کی تکمیل میں اپنی زندگی کو مکمل کیا۔ اب اس امام بارگاہ میں مجالس ہوتی ہیں۔ اردگرد کے کئی گاؤں کے لوگ سننے آتے ہیں کیوں کہ ۱۵ سے ۲۰ گاؤں میں کوئی امام بارگاہ نہیں۔ ان کی روح یہ منظر ضرور دیکھ رہی ہوگی۔ دعا ہے کہ اُس جہاں میں خدا تعالیٰ امام حسینؑ کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

بیٹی
ذاکرہ اہلبیت نرجس عباس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

محترم قارئین حضرات: سیرت امام حسینؑ و سانحہ کربلا اور شہادت عظمیٰ کا پس منظر، اس اہم واقعہ کے مضمرات و محرکات، اس کی اہمیت و افادیت جاننے اور سمجھنے کے لئے یہ مختصر سا تعارفی کتابچہ ''حسینؑ ابن علیؑ'' پیش خدمت ہے۔ اس میں قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں حقائق پر مبنی چند اہم اور غور طلب امور پر ادنیٰ سی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت میں دشمنانِ اہلبیتؑ کے پھیلائے گئے منفی پروپیگنڈے اور غلط روایات کی نشر و اشاعت سے بعض اذہان میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوگئے ہیں شاید اس کا کچھ ازالہ ہو سکے۔ اس کتابچے (Booklet) میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ سب مسلمانوں کے جید علمائے اعلام مشہور و معروف محدثین اور مورخین نے اپنی مستند تصانیف میں درج کر رکھا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ان معتبر کتب کی عبارات اور حوالہ جات سے اجتناب کیا گیا ہے۔

غور طلب بات ہے کہ سانحہ کربلا جیسا عظیم واقعہ اچانک منصۂ شہود پر نہیں آگیا، جبکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی بڑا واقعہ اچانک رونما نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس پردہ کئی محرکات اور سینکڑوں منصوبہ بندیاں کارفرما ہوتی ہیں۔

بقول شاعر ؎

وقت کرتا ہے پرورش برسوں — حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

اس کتابچہ میں واقعۂ کربلا اور شہادت عظمیٰ کے وقوع پذیر ہونیوالے اسباب و علل جاننے کے لئے مندرجہ ذیل چند اہم نکات کا مطالعہ ضروری ہے۔ (بعض بکھرے ہوئے واقعات اسباب و علل کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین ولعنت اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین

نذرانۂ عقیدت

بحضور سیّد الشہداء حضرت امام حسینؑ

بارگاہِ امام عالی مقام علیہ السلام میں مجھ جیسا حقیر و ذلیل گنہگار نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی جسارت کر سکے اور قبولیت کی بھی امید رکھے اس کے لئے محض تائید ایزدی اور اپنے آقا و مولاؑ کے لطف و کرم پر ہی بھروسہ ہے۔ اس مختصر سے تعارفی کتابچے میں آپ کی منفرد سیرت و کردار پر کماحقہٗ کیا روشنی ڈالی جاسکتی ہے اس بحر بیکراں کے لئے تو دفتر کے دفتر چاہئیں۔ میری دانست میں دنیائے اسلام میں آج تک شخصی فضائل و مناقب کی جس قدر کتب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ، مولائے کائنات جناب علی المرتضیٰؑ، سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی شانِ اقدس میں تحریر کی گئی ہیں۔ شاید ہی اس کا عشرِ عشیر کسی دوسرے کو نصیب ہوا ہو۔ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ یہ تو اللہ کی عنایت ہے جسے وہ چاہے عطا کرے اس میں کسی کو دخل نہیں ہے۔

میرے آقا مولا حسینؑ! آپ پر مظالم کا سلسلہ جو آپ کے مشفق و مہربان نانا جناب رسول خداؐ اور بابا حضرت علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے بعد سے شروع ہوا تھا وہ آج تک جاری و ساری ہے۔ اگرچہ درمیان میں ظلموں کی نوعیت اور ظلم کرنے کے طور طریقے بدلتے رہے ہیں۔ جو کام بنی امیہ کی تلواروں نے کیا وہی کام بعد میں آنے والے بنی عباس کے ظالم حکمرانوں اور ان کے ٹکڑوں پر پلنے والے محدثین، مورخین اور سیرت نگاروں نے آپ کی شہادت عظمیٰ پر پردہ پوشی کی خاطر جھوٹی اور من گھڑت روایات کی نشر و اشاعت کر کے انجام

دیا۔ مگر باوجود سعی و کوشش بسیار کے نتیجہ وہی کچھ برآمد ہوا جو آسمان پر تھوکنے والوں کا ہوا کرتا ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

بقول حضرت جوش ملیح آبادی۔

لب خشک رہے چشمہ ابلتا ہی رہا
اڑتے رہے سر قافلہ چلتا ہی رہا
کیا کیا نہ کیے موجۂ صرصر نے جتن
کچھ ہو نہ سکا چراغ جلتا ہی رہا

حسنینؑ کے نانا رحمۃ اللعالمینؐ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

اے میرے حبیبؐ میں نے تمہیں دونوں جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مفہوم رحمت کیا ہے:

رحمت کے لغوی معنی ہیں: کرم، بخشش، ہمدردی اور مہربانی، مطلب یہ کہ وہ شے یا ہستی جس کے توسط یا وسیلے سے کسی ضرورتمند محتاج کی مشکل حل ہو جائے یا پیش آمدہ دکھ اور مصیبت ٹل جائے۔ وہ شے یا ہستی سائل اور محتاج کے لئے باعث رحمت و برکت ہے۔ جہاں رحمت ہے وہاں مشکلات اور غم سے نجات ہے، امن و سکون اور سلامتی ہے، آبادکاری اور سدا بہاری ہے۔ اسی کے سائے میں گلستان جنت میں تسنیم و کوثر کا چشمہ جاری ہے، ذات باری تعالیٰ بھی تو رحیم و کریم ہے۔

رحمت کا متضاد:

رحمت کا متضاد ہے غضب۔ جہاں غضب و غصہ ہے وہاں ظلم و ستم اور جبر و استبداد

ہے۔ غارتگری، پریشانی، تباہی اور بربادی ہے جس کا نقطہ عروج (Horrible life) دوزخی زندگی ہے۔

ذواتِ مقدسہ محمدؐ و آلِ محمدؐ:

ان پاک ہستیوں کا ظلم وستم، قہر وغضب، فتنہ وفساد، ظلم واستبداد اور ظلم وزیادتی جیسی قبیح اور صفات رذیلہ سے دور کا بھی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برائیوں اور نجاسات سے پاک وپاکیزہ رکھتے ہوئے پوری کائنات کے لئے باعث رحمت وبرکت، منارۂ نور اور نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہے۔

آلِ محمدؐ اور عالمین رحمت:

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد مصطفیٰؐ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سرور دو عالم خاتم الانبیا و المرسلین نے اپنی عترت اہلبیتؑ (پنجتن پاک) کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں جو کثیر التعداد ارشادات فرمائے ہیں ان کا احاطہ کرنا اس مختصر سے تعارفی کتابچہ میں ناممکن ہے۔ مسلمانوں کے جید علماء ومفسرین کی معتبر ومستند کتب احادیث وتواریخ خصوصاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل، خصائص نسائی، مشکواۃ شریف صواعق محرقہ، مستدرک حاکم، کنز العمال، ینابیع المودۃ، تفسیر در منثور، ریاض النضرہ۔ کتب تواریخ، طبری، تاریخ الخلفا، تاریخ کامل، مروج الذھب مسعودی، الامامۃ والسیاست دینوری وغیرہم کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے بطور نمونہ ان کتب میں درج شدہ چند مستند اور متفق علیہ احادیث پیش خدمت ہیں:

چند احادیث در شان اہلبیتؑ:

جناب ختمی مرتبتؐ نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے بارے میں فرمایا:

انا وعلی من نور واحد، نیز فرمایا: انا و علی من شجرۃ واحدہ۔

میں اور علیؑ ایک نور اور ایک شجر کی دو شاخیں ہیں۔

فرمایا: یا علی انت منی وانا منك (بخاری)، دمك دمی، جسمك جسمی، روحك روحی، اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون، تیرا جسم اور روح میرا جسم اور روح ہے۔

مقامِ غدیرِ خم پر ایک لاکھ سے اوپر صحابہ کرام کے مجمع کثیر میں اعلان فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ جس جس کا میں مولا وآقا ہوں اس اس کا یہ علیؑ مولا وآقا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؑ:

اپنی لختِ جگر بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی شان اقدس میں فرمایا: فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی..... فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا جس نے مجھے غضبناک کیا گویا اس نے اللہ کو غضبناک کیا۔

دوسری جگہ فرمایا: میری بیٹی فاطمہؑ سیدۃ النسا للعالمین دونوں جہاں کی عورتوں سے افضل اور جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے شہزادوں حسنینؑ شریفین کے لئے ارشاد فرمایا: الحسن و الحسین سیدیٔ شباب اھل الجنۃ میرے یہ دونوں بیٹے حسنؑ وحسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ میرے چمن کے دو پھول اور میری رحمت کے دو ٹکڑے ہیں یا اللہ تو اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرے اور اس کو دشمن رکھ جو ان سے دشمنی کرے۔

جانِ پنجتن پاک خامس آل عبا امام حسینؑ کے لئے خصوصی طور پر فرمایا: حسین منی وانا من الحسین یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

نکتہ:

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر پایہ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر ذاتِ رسول مقبولؐ پوری کائنات کے لئے سراپا رحمت وبرکت ہے تو جناب علیؑ، فاطمہؑ وحسنؑ اور حسینؑ کی مقدس ہستیاں بھی اجزائے محمد مصطفیٰ ﷺ ہونے کے ناطے تمام

جہانوں کے لئے باعث رحمت و برکت ہیں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو صفات کسی شے کے کل میں ہوتی ہیں انہی صفات (Characterstic) کا اس کے جز میں ہونا لازمی ہے ورنہ وہ اس کا جز شمار نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک قطرۂ آب پورے تالاب کی عکاسی (Representation) کرتا ہے۔ جبھی تو رسولؐ خدا نے اپنی آل پاکؑ کے لئے فرمایا تھا۔ اوّلنا محمد و اوسطنا محمد و آخرنا محمد و کلنا محمد۔ یعنی ہمارا پہلا بھی محمدؐ ہے ہمارا درمیانہ بھی محمدؐ ہے ہمارا آخری بھی محمدؐ ہے اور ہم سب کے سب محمدؐ ہیں اجزائے محمدؐ جو ہوئے۔

محمدؐ گل است و علیؑ بوئے گل   شدہ فاطمہؑ درمیان بوئے گل
چوں عطرش برآمد حسینؑ و حسنؑ   معطر شدہ از زمین و زمن

یعنی ذات ختمی مرتبتؐ پھول ہے اور علی المرتضیٰؑ اس پھول کی خوشبو ہے۔ جناب فاطمہؑ پھول و خوشبو کے مابین ہے۔ جب حسنؑ و حسینؑ پھول اور خوشبو کے نچوڑ یعنی بصورت عطر ظاہر ہوئے تو پنجتن پاکؑ کی خوشبو سے ساری کائنات معطر ہوگئی۔

ائمہ حق اور نجات اُخروی:

قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے: یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱) یعنی قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ آنحضرتؐ نے ائمہ برحق کی یہ فرما کر نشاندہی کر دی تھی کہ میرے بعد امت کی رشد و ہدایت شفاعت اور نجات کے لئے ائمہ اثناعشر (بارہ امام) میری عترت اہلبیتؑ سے ہوں گے جن میں کا اول علی المرتضیٰؑ اور آخری امام محمد مہدیؑ ہوگا۔ جو ان ائمہ اہلبیتؑ کے دامن سے وابستہ رہے گا وہی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا۔

نجات بر اعمال:

جہاں تک ہم گنہگاروں کے اپنے اعمال خیر کی بنا پر نجات اُخروی کا تعلق ہے تو معاملہ

دگرگوں اور مخدوش ہی نظر آتا ہے۔ ''من آنم کہ من دانم'' اپنی کارکردگی سبھی کو معلوم ہے۔ بقول پیر گولڑہ شریف ؎

جے میں اپنے عملاں ول تکاں کجھ نئیں میرے پلے
جے تیری رحمت ول ویکھاں ولے ولے ولے

نتیجہ کلام:

اس دار فانی میں ہر فرد بشر رنج و غم میں مبتلا ہے پھر سکراتِ موت و۔ وحشتِ قبر، نکیرین کا سامنا، عالم برزخ کی سختیاں اور عرصۂ محشر کے مشکل مراحل سے سبھی کو گزرنا ہے۔ ایسے پریشان کن حالات میں اپنی نجات اور سرخروئی کی کسے فکر لاحق نہیں ہے۔ روز محشر کی مشکل ترین گھڑی میں جہاں نفسا نفسی اور افراتفری کا عالم ہوگا ایسے میں ہم نے تو یہی پڑھا اور سنا ہے کہ تمام انبیا و مرسلین اولیا کرام اور بزرگان دین اور عامۃ المسلمین سبھی نے شفیعان روز جزا، مالکان جنت و کوثر سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کو ہی اپنے لئے وسیلہ شفاعت اور نجات دہندہ قرار دے رکھا ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے ان طاہر و مطہر ہستیوں کو تمام عالمین میں سے برگزیدہ کر کے سرداری جنت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

یہ وہ لجپال گھرانہ ہے کہ جن کے در سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ لوٹا ہی نہیں۔ ارے وہ تو اپنے جانی دشمنوں اور قاتلوں تک کو معاف کر دیتے ہیں۔ مثالیں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ فتح مکہ کے دن جناب رسالت مآبؐ نے اپنے ازلی اور جانی دشمنوں ابوسفیان اینڈ کمپنی کو معاف کر دیا تھا۔ آپ کے وصی و امام برحق جناب علی المرتضیٰؑ جب مسجد کوفہ میں بحالتِ سجدہ ابن ملجم ملعون کی تلوار سے زخمی ہوئے تو آپ کو جامِ شربت پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا پہلے اس گھبرائے ہوئے میرے قاتل کو پلاؤ مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ بقول شیخ سعدیؒ ؎

آنکہ بادشمناں نگہ داری   دوستاں راکجا کنی محروم

یعنی جو رنج و مصیبت میں پھنسے اپنے دشمنوں تک کا خیال رکھتے ہیں بھلا وہ اپنے

دوستوں کو اپنی شفاعت سے کیونکر محروم کریں گے۔

پنجتن پاکؑ نجات دہندہ:

مستند و معتبر ترین روایات میں منقول ہے۔ کہ وقتِ رحلت و سکرات موت اور قبر میں نکیرین کے سوال و جواب جیسے مشکل مراحل کے وقت ہر مومن مرد و زن کی نصرت اور مشکل کشائی کے لئے سرکار ختمی مرتبتؐ اور مولا علیؑ تشریف لائیں گے۔ دوسری جگہ روایت میں ہے کہ بروز محشر جہاں سخت دھوپ، پیاس کی شدت، نفسا نفسی اور پریشانی کا عالم ہوگا ایسے میں رحمت اللعالمین شفیع المذنبین لواء الحمد (نوری جھنڈا) لیے برآمد ہونگے اور اپنے ہاتھوں سے یہ نوری علم اپنے بھائی مولائے کائنات جناب علی المرتضیٰؑ کو عطا فرمائیں گے (جیسے جنگِ خیبر کے دن عطا فرمایا تھا)۔ جناب ساقیٔ کوثر، قاسمِ نعیم و سقر اپنے تمام محبوں اور چاہنے والوں کو لواء الحمد کے سائے تلے پہلے آب کوثر سے سیر و سیراب کریں گے۔ بعدازاں سب مومنین کو اپنے جگر گوشوں سردارانِ جنت حسنین شریفین علیہما السلام کے سپرد کردیں گے۔ یہ دونوں شہزادے اپنے ماننے والوں کو اپنی جاگیر جنت الفردوس میں لیجائیں گے۔ اللھم صلِّ علی محمد وآل محمدؐ

دوسری جانب دخترِ رسولؐ شہزادیٔ کونین سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا اپنی مظلوم اولاد خصوصاً حسینؑ و زینبؑ کی عزادار مستورات کو بصد عز و احترام بہشت بریں میں لے جائیں گی۔ اسی قول پر اپنا یقین محکم اور ایمانِ کامل ہے اور اسی عقیدے پر زندگی بسر ہو رہی ہے۔

ہے سفینہ نوحؑ کا عزت میری بہر نجات
کیا حدیثِ مصطفٰےؐ میں یہ خبر آئی نہیں؟

وسیلۂ نجات اور شفاعت اُخروی کے بارے میں جو کچھ علامہ اقبالؒ نے فرمایا وہی کچھ ہمارے عقیدے کی صحیح ترجمانی ہے وہ فرماتے ہیں۔

اندیشۂ عاقبت رہیدم جنسِ غم آلِ تو خریدم

یعنی مجھے اپنی عاقبت (انجام آخرت) کی فکر دامن گیر ہے۔ یارسول اللہؐ میرے پاس اپنی بخشش اور نجات کے لئے اگر کچھ سامان (پونجی) ہے تو وہ آپ کی آل پاکؑ کا غم ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

مجھ بے عمل کے دل میں ہے داغِ حُبِّ اہلبیتؑ
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِّ دامنِ حیدرؑ مجھے

سید شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ کی مناجات

اے خدائے من بحقِ مصطفٰےؐ
از طفیل حرمتِ آل عبا
روزِ محشر دارہا آلِ رسولؐ
از طفیل مقبلاں گرداں قبول

ترجمہ: اے میرے پروردگار اپنے پیارے حبیب محمد مصطفٰےؐ اور پنجتن پاکؑ کی عزت وعظمت کے صدقے میں بروز محشر مجھ عاصی کو آل عبا (پنجتن پاکؑ) کی معیت اور غلامی میں رکھنا۔ وہ تو تیرے مقبول بندے ہیں امید ہے ان کے طفیل ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔

لی خمسۃ اطفی بھا حر الوبا الحاطمہ
المصطفیٰ و المرتضیٰ و ابنا ھما و الفاطمہ

سانحۂ کربلا

سانحۂ کربلا ایسا عظیم تھا کہ تاریخ عالم میں نہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ ہوگا اس سے پہلے بھی بہت سے نبیوں کی تحقیر و توہین اور تکذیب کی گئی، انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں، ناحق قتل کیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ کافروں نے اور مخالف مذہب والوں نے کیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خود اس رسول کے ماننے والوں نے، ان کے پیروکاروں نے اس کی توہین و تحقیر کی ہو اور اس کی اولاد کو اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اتنا ستایا ہو کہ اس کی نسل تک کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بہت غور طلب بات ہے۔ وہ لوگ اپنے تئیں مسلمان ہی نہیں مومن کہتے تھے۔ قاری قرآن ایسے کہ حمائلیں گردن میں لٹک رہی تھی اپنے ہاتھوں سے آل رسولؐ کی طرف تیر چلاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جلدی حسینؑ کی گردن کاٹو تاکہ نماز عصر قضا نہ ہو جائے (اپنے صحیح وقت پر پڑھی جائے) پانچوں وقت اپنی نمازوں میں اقرار کرتے تھے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

محمدؐ اللہ کا رسول ہی نہ تھا بلکہ وہ اپنی قوم کا محسن اعظم بھی تھا جس نے عرب کے جاہل بدؤں کو انسانیت کے طور طریقے سکھائے، انہیں ایک عظیم قوم بنا کر ملک گیری کا سلیقہ سکھایا اس کے برعکس اس محسن کش قوم نے اس نیکی کا اپنے محسن اعظم کو ایا صلہ دیا کہ ابھی انہیں اس دنیا سے گئے بمشکل تمام پچاس برس ہی ہوئے ہونگے کہ اس کی احسان فراموش امت نے اسی کے نواسے امام حسینؑ اور اس کے مٹھی بھر (۷۲) ساتھیوں کو پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) یزیدی افواج نے کربلا کے جنگل میں گھیر کر ان پر آب و دانہ بند کر دیا۔ حسینی

خیام سے بچوں کے پیاس سے بلبلانے کی آوازیں سن کر بھی کسی کو ترس نہ آیا۔ گنتی کے چند افراد کو بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر دیا گیا۔ اپنے محسن کی نسل کشی کی ایسی نظیر کیا تاریخ عالم میں کہیں ملتی ہے؟ کیا قرآن شریف جوان کے گلے میں لٹک رہا تھا اس نے یہ سبق دیا تھا آل رسول پر ظلم و ستم کا بروز عاشورہ یہ پہلا دن نہیں تھا۔

اس خاندان کی پہلی مظلومہ، پہلی مقتولہ، پہلی شہیدہ رسولؐ کی بیٹی جناب فاطمۃ الزہراؑ تھیں۔ اسی حسینؑ کے والد جناب علی المرتضیٰؑ قبر رسولؐ پر اس طرح فریاد کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اے میرے بھائی قوم نے میری بہت توہین و تحقیر کی اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔ خاموش واقعات اپنے اندر بہت مضمرات رکھتے ہیں۔

کیا یہ امر واقع نہیں ہے کہ مرنے کے بعد خانوادۂ رسالت کی قبریں بھی امت نے ایک جگہ نہ بننے دیں۔ جس پیاری دختر کے لئے رسول خداؐ کہیں کہ: الفاطمة بضعة منی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اسے رات کے وقت مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کیا گیا ہو اور اپنے باپ کے پاس جگہ نہ ملے۔ وہ برادر رسولؐ اور داماد جس کو رسول اللہؐ لحمك لحمی جسمك جسمی روحك روحی کہیں وہ مدینہ سے ہزاروں میل دور نجف اشرف میں ایسی جگہ دفن ہو کہ سو سال (۱۰۰) بعد قبر کے نشان کا پتہ چلے۔

پیارا نواسہ حسن مجتبیٰ جو باوجود اپنی وصیت کے نانا کے پہلو میں جگہ نہ پائے بلکہ امت کے سرکردہ لوگ اس کے جنازے پر تیروں کی بارش کر دیں۔ دوسرا نواسہ جس کے بارے میں رسول اللہ کہا کرتے تھے: حسین منی وانا من الحسین

کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اس طرح دیار غیر میں دفن ہو کر اب تک معلوم نہیں کہ سر حسینؑ کہاں دفن ہے۔ آج کوئی کربلا، کوئی شام اور کوئی مصر میں راس الحسین کے مقبرے کی زیارت کرتا ہے۔

رسول کریمؐ کے پہلو میں جگہ وہ پائیں جنہوں نے حصول اقتدار کی خاطر تجہیز و تکفین کو

بھی ضروری نہ سمجھا۔ بقول مولانا روم

اہل دنیا حب دنیا داشتند مصطفیٰؐ را بے کفن بگذاشتند

اگر آل رسولؐ پر ہونے والے مظالم پر لاکھ پردے بھی ڈالے جائیں تو بھی خاموش قبریں اصل حقیقت کا راز فاش کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اے صاحبان عقل کتنا عبرت آموز سبق ہے کہ قبر رسولؐ کے پاس اس کے کسی خاندان والے کی قبر موجود نہیں۔ اس کی پیاری بیٹی اپنے باباؐ کی رحلت کے بعد چھ ماہ کے اندر یہ دہائی دیتی ہوئی دنیا سے جاتی ہے کہ میں دونوں کی شکایت اپنے باپ سے کرونگی۔

صبّت علیّا مصائبٌ لوانها صبّت علی الایام صرن لیا لیا

ترجمہ: اے میرے بابا آپ کی رحلت کے بعد مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں اگر وہ روشن دنوں پر پڑتیں تو وہ سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

فاطمہؑ آہ و فغاں کرتی ہوئی اس دنیا سے گزر گئیں۔ ایک خاموش تنہا جنازہ رات کے اندھیرے میں علیؑ کے گھر سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں رسول اللہؐ کی لخت جگر دفن کی جاتی ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کی جدائی رسول خداؐ کو پل بھر کے لئے بھی گوارا نہ تھی۔ اس بیٹی کو رسولؐ کے پہلو میں دفن کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ نواسۂ رسول، جگر گوشہ علیؑ و بتولؑ امام حسنؑ کو باوجود خواہش اور وصیت کے اپنے نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیا گیا بلکہ ان کے جنازے پر تیر برسائے گئے۔ قبر رسولؐ کے پاس نہ ان کی اولاد ہے نہ پیارے داماد اور ابن عم علی ابن ابیطالب کی قبر ہے۔ امام حسینؑ و بی بی زینبؑ کی قبریں دوسرے ممالک عراق، مصر اور شام میں واقع ہیں۔ پاس قبریں ہیں تو صاحبان اقتدار کی۔ عقلمند کے لئے یہ ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

جناب رسول خداؐ کے روضۂ اقدس کی شان و شوکت اور عالی شان عمارت دنیا میں منفرد ہے۔ مگر قریب ہی دو سو میٹر کے فاصلے پر جنت البقیع میں اس کی لاڈلی بیٹی خاتون جنتؑ اور اس کے بیٹوں امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی

قبروں کے نشان تک ڈھونڈنے مشکل ہیں۔ یہ مقابر آل رسولؐ کی ان پاک ہستیوں کے ہیں جن پر اللہ اس کے ملائکہ اور عامۃ المسلمین ہر آن درود و سلام بھیجتے ہیں۔

اے صاحبان بصیرت ذرا غور تو کرو جس قوم سے آل محمدؐ اور اولاد علیؑ و فاطمہؑ کی قبور کے نشان تک برداشت اور دیکھے نہیں جاتے وہ بھلا ان کی ظاہری زندگی اور فضائل کو کیونکر برداشت کرنے لگے۔ بغض و حسد کی انتہا ہوگئی نواسۂ رسول سید الشہدا امام حسینؑ کا کربلا میں روضہ اقدس اب تک ظالم مسلمان آٹھ مرتبہ مسمار کر چکے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ محمدؐ و آل محمدؐ کا خود محافظ و نگہبان ہے۔ جتنی مرتبہ روضۂ امامؑ گرایا گیا ہر مرتبہ پہلے سے بھی عالیشان تعمیر ہوا ہے۔ فاعتبروا اولا الابصار

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

دین اسلام:

ارشادِ رب العزت ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورۃ آل عمران آیت ۱۹) اللہ کے نزدیک اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اس دین کی تبلیغ، نشر و اشاعت، اس کی حفاظت اور بقا کی خاطر اللہ تعالیٰ نے از خود انبیا و مرسلین، ان کے اوصیا اور ائمۃ الطاہرین کو ہادی اور پیشوا بنا کر بھیجا۔ ان کی پیروی اور اطاعت کو واجب قرار دیا۔ یہی وہ مقدس و محترم ہستیاں تھیں جنہوں نے دین الٰہی کی ترویج و ترقی کی خاطر اپنا گھر بار، مال، جان سب کچھ راہ حق میں قربان کر دیا مگر دین خدا پر آنچ نہ آنے دی۔ ان کے نزدیک حصول مال و زر، ہوس ملک گیری، عیش و نشاط، مکر و فریب، فتنہ و فساد، ظلم و ستم اور غارت گری کا تصور بھی نہ تھا۔ مختلف ادوار میں ان کی زندگیوں میں پیش آمدہ واقعات اور ان کے کارکنوں کی سرگزشت کا نام درحقیقت اسلام کی تاریخ ہے۔

تاریخ اسلام:

ہمارے ہاتھوں میں رائج الوقت جو تاریخ اسلام ہے جس پر مسلمانوں کی اکثریت فخر

و ناز کرتی ہے۔ یہ تو دراصل مسلمان حکمرانوں کے اپنے اپنے ادوار حکومت میں امور سلطنت چلانے، اپنے لئے سامان تعیش جمع کرنے، اپنی سلطنت کی توسیع اور اسے دوام بخشنے کی دستاویز ہے۔ اس نام نہاد اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے اور حقائق جاننے کے بعد آپکا سر اقوام عالم کے سامنے فخر سے سربلند ہوتا ہے یا ندامت سے جھکتا ہے؟ مسلمان حکمرانوں کے کارنامے پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں۔

خلیفہ یا بادشاہ:

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد جو بھی کلمہ گو مسلمان اجماع امت سے، شوریٰ سے، طاقت کے بل بوتے پر، دھونس دھاندلی سے، مکروفریب الغرض ہر جائز و ناجائز طریقے سے جس طرح بھی ممکن ہوسکا، مملکتِ اسلامیہ پر قابض ہوگیا بس وہی امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین کہلانے کا حقدار گردانا گیا۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ساری رعایا پر واجب قرار دی گئی۔ خلیفۂ وقت کے لئے قابلیت، اہلیت، علم و دانش، زہد وتقویٰ، دین و ایمان جیسی صفاتِ عالیہ کی کوئی شرط ضروری نہ سمجھی گئی دوسرے الفاظ میں مسلمانوں نے بادشاہت اور صدارت کا نام خلافت رکھ دیا جیسے خلفائے راشدین، خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس وغیرہ ہم۔ وگرنہ تاریخ اسلام کا آغاز تو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا پھر اس کی تبلیغ و ترقی کے لئے جن مقدس ہستیوں نے اپنا سب کچھ قربان کرکے اسے طاغوتی طاقتوں سے بچایا ان کی کارکردگی کا نام تاریخ اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں قصص الانبیا کی صورت میں محفوظ کرلیا۔

دین اسلام کو کہاں ڈھونڈیں:

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور رسول خداؐ کے پہنچائے ہوئے اس دین اسلام کو کہاں تلاش کریں؟ کیا بنی امیہ اور بنی عباس کے اونچے اونچے اور فلک بوس محلات میں یا ان کی پرشکوہ عمارتوں میں جن کی چمک دمک سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اسلام نہ ان بڑی مقدس

جنگوں میں ہے جو عام طور پر مذہب کی آڑ میں ذاتی منافع کے لئے لڑی گئیں اور نہ ان خزانوں کے اندر ہے جہاں مال غنیمت کے ڈھیر لگے رہتے تھے، جہاں امرا و وزرا اور غیرملکی سفیروں کے لئے سامانِ آرائش وتعیش کی بھرمار تھی۔ دنیا کا چپہ چپہ ڈھونڈا اسلام کا کہیں پتہ نہ چلا۔

مسلمانوں کے واجب الاطاعت خلفا نے اپنے ایوانوں کو راجہ اندر کا اکھاڑا بنا رکھا تھا جہاں حسیناؤں کے ہاتھوں جام شراب اور چنگ و رباب کی محفلیں جمتی تھیں۔ شاہی افواج اسلام کے نام پر ملکوں پر ملک فتح کررہی تھیں۔ مفلس اور قلاش عرب پرائی دولت کے مالک بن گئے تھے، مزدوری کی جگہ سرمایہ داری نے لے لی تھی۔ سادگی جاہ وجلال میں بدل گئی تھی۔ تعلیمات قرآنی کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ دغا بازی، مکاری اور شرارت کو تدبر کا نام دیا گیا تھا۔ حاکمِ وقت (خلیفۃ المسلمین) کی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ۔ یعنی اچھائی اور بُرائی سب اللہ کی طرف سے ہے کا نظریہ قائم کرلیا گیا تھا۔

کیا اسلام کو ان تاجداروں کی محفلوں میں ڈھونڈا جائے جہاں بقول سفیان ثوری کتوں اور بندروں کے تو پیٹ پالے جاتے تھے مگر مخلوق خدا فاقہ کشی پر مجبور اور تن پوشی کے لئے ترس رہی تھی۔ ملکوں پر ملک فتح ہوتے رہے، لوٹ مار اور مال غنیمت سے حکومتوں کے خزانے بھرتے رہے، عالیشان مساجد اور فلک بوس عمارتیں تعمیر ہوتی رہیں مگر اسلام کا گراف ہر دور میں نچلی حدوں کو چھوتا ہی دکھائی دیا۔ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اے اسلام تیرا اتا پتا ان گھاس پھونس کی جھونپڑیوں کے سوا کہیں سے نہ ملا جن میں رسول عربیؐ اور ان کے فاقہ کش جانشین اپنی زندگی کی بیش قیمت گھڑیاں گزار رہے تھے۔ ہاں اے اسلام تیری اصلی روشنی ان تاریک کوٹھڑیوں سے نکلتے ہوئے دیکھی گئی جہاں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی پیاری اولاد حق وصداقت کی تبلیغ کے جرم میں قید رکھی گئی تھی۔ اے اسلام تیری نشرواشاعت کو سرمایہ داروں اور جنگجوؤں نے نہیں بلکہ فاطمۃ الزہراؑ کی آغوش میں پلے

ہوئے فاقہ کش مزدوروں نے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ کربلا کا تاریخی میدان جنگ اس نہ مٹنے والی صداقت کا منہ بولتا ثبوت اور ایک بلند و بالا روشن مینار ہے۔

دنیا نت نئے رنگ بدلتی رہے گی، سینکڑوں لڑائیاں ہونگی، ہزاروں ہنگامے ہوں گے۔ ظالم بھی پیدا ہونگے اور مظلوم بھی مگر آج سے چودہ سو برس قبل ارض نینوا سرزمین کربلا پر جو بنی فاطمہؑ کی تباہی و بربادی کا دردانگیز منظر پیش آچکا پورا عالم اسلام اس کی نظیر پیدا نہ کرسکا۔ اسلام، رسول اکرمؐ کا پیارا اسلام قربان گاہ سیاست کی بھینٹ چڑھ جاتا اگر فاطمہؑ کا لال اپنی اور اپنے رفقا کی جانوں پر کھیل کر اس کی حفاظت نہ کرتا۔

بقول علامہ اقبالؒ

زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغِ حسرت میری است

یعنی حق (دین اسلام) امام حسینؑ کی قوت و قربانی سے زندہ ہے اور باطل کے حصے میں بالآخر ناکامی و نامرادی ہے۔

مقام و مرتبۂ امامت و خلافت:

قرآن مجید میں نبوت، رسالت، امامت، خلافت اور ولایت جیسے عہدہ ہائے جلیلہ کا تذکرہ موجود ہے۔ جہاں تک منصب نبوت و رسالت کا تعلق ہے سب مسلمان انہیں منجاب اللہ ہونے پر متفق ہیں۔ یعنی کوئی شخص اپنی محنت، ریاضت، قابلیت، کوشش یا لوگوں کے بنانے سے نبی یا رسول نہیں بن سکتا۔ نیز ہر نبی اور رسول عالم علمِ لدنّی اور ہادئ برحق اور معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ مگر امامت، خلافت اور ولایت کے بارے میں نظریات مختلف ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ بازی نے جنم لیا۔ اس بارے میں تھوڑی سی وضاحت پیش خدمت ہے۔ یہ ایک غور طلب مسئلہ ہے۔

مرتبۂ امامت:

سابقہ امتوں میں لوگوں نے ازخود امام نہیں بنائے بلکہ اللہ امام مقرر کرتا تھا۔ وَ جَعَلْنَا

مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (سورۃ سجدہ آیت ۲۴)

یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا بنایا جو باذنِ خدا لوگوں کی ہدایت کرتے تھے۔

دوسری آیت وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (سورۃ الانبیاء آیت ۷۲) ترجمہ: پھر ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان پر نیک کاموں کی وحی کی۔

امامتِ حضرت ابراہیمؑ:

جناب ابراہیمؑ اللہ کے برگزیدہ نبی، رسول اور خلیل تھے جب انہیں عہدۂ امامت سے سرفراز کرنا چاہا تو ان سے کچھ امتحان لیے۔ ارشاد رب العزت ہوا:

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴)

ترجمہ: جب اللہ نے ابراہیمؑ کو چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اترے تو اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی: کیا یہ عہدۂ امامت میری اولاد میں بھی رہے گا۔ اللہ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں سے نہیں ہے۔ چنانچہ اب قیامت تک امامت حضرت ابراہیمؑ کی پاک و صالح اولاد کے لئے مخصوص ہے۔

رسول کریمؐ کے بعد امامت:

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زندگی میں بڑی وضاحت سے فرمادیا تھا کہ میرے بعد میرے جانشینِ برحق بارہ امام ہونگے، یہ حدیث صحاح ستہ و دیگر معتبر مستند کتب احادیث میں درج ہے اور سب نے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سننِ ابوداؤد میں یہ حدیث اسطرح بیان فرمائی ہے۔ "رسول اللہ یقول لایزال ہذا الدین قائماً حتیٰ

یکون علیکم اثنا عشر خلیفہ۔ یعنی رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ جب تک تم لوگوں کے اوپر بارہ خلیفے (امامت کرتے) رہیں گے اس وقت تک یہ دین قائم رہے گا۔

امام ترمذیؒ نے جو حدیث لکھی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ سردار اور پیشوا ہونگے وہ سب قریش ہی سے ہونگے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی سورۃ المائدہ آیت ۱۲ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا یعنی بنی اسرائیل سے مقرر کیے ہم نے بارہ امام سردار۔ نیز وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بھی اپنی امت میں بارہ خلفا کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ شاہ اسماعیل اپنی کتاب منصب امامت صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں کہ امام رسول کا نائب اور ظلِ رسالت ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کی مشہور حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ فقدمات میتۃ الجاھلیہ۔ ترجمہ: جو شخص مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اس کی موت (گویا) جاہلیت (کفر) کی موت ہوگی۔ مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ بعدِ رسولؐ امت کے لئے نائبِ رسولؐ ہادیٔ برحق کی موجودگی اور اس کی اطاعت کسقدر ضروری ہے۔

جانشینِ ختمی مرتبتؐ بارہ امام:

مسلمانوں کی اکثریت آنحضرتؐ کے بعد بارہ ائمہ یا خلفا کے لئے ظاہری حکومت کے ہونے کو بھی ضروری سمجھتی ہے۔ غور طلب نکتہ۔ جب نبوت و رسالت کے لئے دنیاوی حکومت و بادشاہت ضروری نہیں ہے (ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیأ میں سے صرف دس بارہ نبیوں کو ظاہری حکومت ملی ہے) تو امامت و خلافت کے لئے دنیاوی حکومت کا ہونا کیونکر لازمی ہونے لگا۔

ائمہ اثنا عشر کا تعین:

مسلمانوں کی اکثریت میں یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس امت کے لئے جن بارہ ائمہ یا خلفا کی پیشن گوئی فرمائی تھی وہ کون لوگ ہیں۔ مفسرین، محدثین اور مورخین آج تک متفقہ طور پر ان کی کوئی حتمی (فائنل) فہرست پیش نہیں کر سکے۔ علامہ

وحید الزماں اپنی کتاب 'ہدیۃ المہدیٰ' میں لکھتے ہیں کہ بارہ امیروں (ائمہ اثنا عشر) سے مراد بارہ امام ہیں اور امامت سے مراد دینی پیشوائی اور سرداری ہے نہ کہ ظاہری حکومت (لغات الحدیث جلد ا مطبوعہ کراچی)

مسلمانوں کی اکثریت سے تو آج تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا کہ بعدِ پیغمبرؐ وہ برحق بارہ نائب کون ہیں۔ البتہ شیعہ حضرات اس حدیث کی روشنی میں بنصِ رسولؐ جن بارہ ائمہ وخلفا کو اپنی رہبر اور ہادی برحق مانتے ہیں ان کی علمیت، عظمت وجلالت اور ان کے زہد وتقویٰ کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت امام علیؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حسینؑ (۴) حضرت امام زین العابدینؑ (۵) حضرت امام محمد باقرؑ (۶) حضرت امام جعفر صادقؑ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۸) حضرت امام علی رضاؑ (۹) حضرت امام محمد تقیؑ (۱۰) حضرت امام علی نقیؑ (۱۱) حضرت امام حسن عسکریؑ (۱۲) حضرت محمد مہدی آخرالزماںؑ

ازروئے قرآن اطاعتِ امام واجب ہے:

ارشاد رب العزت ہے: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (سورۃ النساء آیت ۵۹) ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر (ائمہ) کی جو تم سے ہیں۔

ابن خلدون اپنے مقدمۂ تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مطابق تمام مخلوق پر امام کی اطاعت فرض ہے۔ اس لئے امام کا رسول اللہ کی طرح عالمِ علمِ لدنی اور معصوم عن الخطا اور ہادیٔ برحق ہونا لازمی ہوگا۔ اس آیہ میں لفظِ اولی الامر سے مراد کون ہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اولی الامر سے مراد حاکمِ وقت لیتی ہے مگر اس پر بھی سب کا اتفاق نہیں۔ عجیب تذبذب اور بے یقینی کی صورت ہے۔ دوسری جانب شیعوں کا شروع ہی سے یہ موقف ہے کہ اولی الامر سے مراد اہلبیتؑ کے بارہ امام ہیں جن کے بارے میں پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے:

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ولن ینفترحتیٰ یردا علی الحوض۔" (کتاب منصب امامت ص ۶۹۔ صحیح مسلم وترمذی شریف) ترجمہ: میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسرے میرے اہلبیتؑ (عترت) اور یہ دونوں جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔

محمدؐ وآل محمدؐ کی یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے آیہ تطہیر نازل فرما کر ہر قسم کی ارجاس، برائیوں سے پاک و پاکیزہ رکھا۔ انہی مقدس و معصوم ہستیوں پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور تمام مومنین ہمہ وقت درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

خلافت:

مقام و مرتبۂ خلافت کی وضاحت۔ یہ عہدۂ جلیلہ بھی نبوت، رسالت اور امامت کی طرح منصوص من اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورۃ النور آیت ۵۵) ترجمہ وتشریح: اللہ تعالیٰ نے صاحبان ایمان سے جن کے اعمال صالح ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسا کہ اس نے اس سے قبل خلیفے بنائے تھے۔

"اس آیہ وافی ہدایہ میں خلیفۃ اللہ کے لئے تین شرائط بیان ہوئی ہیں۔ (۱) پہلی شرط۔ اللہ نے مومنین سے وعدہ فرمایا (نہ کہ مسلمین سے) کہ وہ انہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، نکتہ: کیا اللہ اپنے وعدے سے پھر گیا جو لوگوں نے خود سے خلیفے بنانے شروع کر دیے۔

(۲) دوسری شرط۔ خلیفہ کا متقی، پرہیزگار اور صالح ہونا لازمی ہوگا۔ فرمان الٰہی: اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ یعنی اللہ نے اس زمین کا وارث صالح بندوں کو بنایا۔ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۵) کیا نام نہاد خلفا میں یہ صفت تھی۔

(۳) تیسری شرط۔ اللہ کا فرمان کہ وہ خلیفے ایسے ہونگے جیسے اس سے قبل بنائے تھے۔ قرآن کریم میں ان کی مثالیں موجود ہیں کہ اللہ اپنے خلیفہ کا خود اعلان فرماتا ہے یا اپنے نبی سے کرواتا ہے۔ مثلاً:

پہلی خلافت حضرت آدمؑ کی ہے:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبوت و رسالت کا نہیں بلکہ خلافت آدمؑ سے سلسلہ کلام کا آغاز کیا ہے۔ اللہ علیم وخبیر جانتا تھا کہ زیادہ جھگڑا اسی میں ہوگا۔ اس لئے کیوں نہ اس کا حل پہلے کر دیا جائے۔ ارشاد قدرت ہوا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) ترجمہ: جب اللہ نے فرشتوں (ملائکہ) سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا: کیا تو ایسے کو بنائے گا جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا۔ (ہمیں بنا) ہم تیری تسبیح و تقدیس (عبادت) کرتے ہیں۔ خداوند کریم نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

نکتہ:

اس آیت سے ثابت ہوا خلیفہ بنانا اللہ کا کام ہے۔ مقام خلافت کو جب اللہ کے مقرب فرشتے نہ سمجھ سکے تو نبی کریمؐ کے قریب بیٹھنے والے عرب کے جاہل بدو کیسے سمجھ گئے۔ ان کی نظر میں تو ظاہری حکومت کا نام ہی خلافت تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اعتراض اور ذہنی شک و شبہ کو دور کرنے کی خاطر سب کا امتحان لیا جس میں جناب آدمؑ سرفراز و کامیاب اور ملائکہ ناکام ہوئے۔ اللہ نے سب ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ سب نے کیا مگر ابلیس انکاری ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی نافرمانی اور خودسری پر اسے دوہری سزا (Double Punishment) دی۔ پہلے تو مردود کر کے اپنی بارگاہ سے نکالا دوسرے قیامت تک کے لئے اسے لعنتی بنا چھوڑا۔

ملاحظہ کیا:

آپ نے کہ مقام و مرتبہ خلافت کیا ہے جسے مسلمانوں نے معمولی عہدہ سمجھ کر ہر زید۔ بکر کو اس کا اہل قرار دے کر خلیفہ مان لیا۔

دوسری خلافت حضرت داؤدؑ کی ہے:

فرمان الٰہی: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (سورۃ ص آیت ٢٦) ترجمہ: اے داؤدؑ ہم نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے تم لوگوں کے درمیان بالکل ٹھیک فیصلے کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو علم و حکمت سے نوازا، معجزات عطا کیے، پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے تابع کیا، لوہے کو مثل موم ان کے لئے نرم کر دیا، وغیرہ۔ یہ ہے خلیفہ اللہ کی شان۔ حضرت داؤدؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔

تیسری خلافت حضرت ہارونؑ کی ہے:

تیسری خلافت حضرت ہارونؑ کی ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ یعنی اے موسیٰؑ فرعون کی طرف تبلیغ کے لئے جاؤ وہ باغی ہو گیا ہے۔ اللہ کے نبی کا کام تھا حکم الٰہی ملتے ہی فوراً چل پڑتے۔ حضرت موسیٰؑ نے سوچا یہ کام میرے اکیلے سے ہونے کا نہیں۔ کم از کم ایک تو میرا مونس و مددگار ہو (غیر اللہ سے مدد کا مسئلہ) چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے درخواست کی:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ (سورۃ طٰہٰ آیت ٢٥ تا ٣٢)

ترجمہ: (حضرت موسیٰؑ نے عرض کی) کہا: اے میرے پروردگار اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری

بات سمجھ لیں۔ اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما اور میرے بھائی سے میری قوت کو مضبوط فرما اور اسے میرے کام (کارِ نبوت) میں شریک کر تا کہ ہم دونوں تیرے دین کی تبلیغ زیادہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول فرمائی۔

نکتہ:

قابلِ غور بات جب حضرت موسیٰؑ جیسا صاحب کلمہ، صاحب کتاب اور صاحب شریعت اولی العزم معصوم پیغمبر اپنا خلیفہ خود نہیں بنا سکتا (ورنہ اللہ سے استدعا کرنے کی کیا ضرورت تھی خود ہی بنا لیتے) تو آنحضرتؐ کے بعد چند گنہگار نو مسلموں کو کسی گمنام ادارے (سقیفہ) میں جمع ہو کر خلافت سازی کی کس نے اجازت دی تھی؟

دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ تورات لینے کوہ طور پر جانے لگے تو انہوں نے بحکم خدا اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم میں خلیفہ مقرر کیا:

قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ (سورۃ اعراف آیت ١٤٢)

ترجمہ: حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا: تم میری قوم میں میرے خلیفہ ہو۔

حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں قوم موسیٰ نے ان کے نامزد خلیفہ ہارونؑ سے روگردانی کر کے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت ہارونؑ نے لاکھ سمجھایا مگر کسی نے ان کی بات ہی نہ مانی۔ حضرت موسیٰؑ جب چالیس روز بعد واپس لوٹے تو قوم کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر حضرت ہارونؑ پر سخت ناراض ہوئے۔ جناب ہارونؑ نے کہا: بھائی مجھ پر خفا نہ ہوں میں نے انہیں بہت سمجھایا الٹا وہ تو میرے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ سمجھ گئے اور اپنی بگڑی ہوئی قوم کا وارہ نیارہ (قتل عام) کر دیا۔

چوتھی خلافت جناب علی المرتضیٰؑ کی ہے:

یہ خلافت بنصِ قرآن و حدیث جناب علی المرتضیٰؑ کی ہے۔

ایک سوال: سوچنے کی بات ہے کہ آنحضرتؐ اپنے اللہ سے کل تریسٹھ (۶۳) برس عمر لے کر آئے اور چالیس سال خاموش کیوں رہے۔ جوانی میں تبلیغ رسالت کا پروگرام کیوں نہ شروع کیا؟

جواب: آنحضرتؐ جانتے تھے کہ عرب کے بگڑے ہوئے جاہل اور اجڈ بدوؤں میں تبلیغ رسالت میرے اکیلے کے بس کا روگ نہیں ہے کم از کم ایک تو میرا حامی و ناصر ہو، مثل مشہور ہے ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔

علامہ محب الدین طبری اپنی کتاب ریاض النظرہ فی مناقب صحابہ مطبوعہ مصر میں رقم طراز ہیں کہ آنحضرتؐ نے بھی اپنے بھائی حضرت موسیٰ جیسی اللہ سے استدعا کی: وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۰) اے اللہ اپنی بارگاہ سے مجھے ایک زبردست طاقتور مددگار (سلطان نصیر) عطا فرما۔ دعا مستجاب ہوئی آنے والا سلطان نصیر اس شان سے آیا کہ اس کی جائے ولادت ہی بیت اللہ منتخب ہوئی۔

علی کو حق نے اتارا جو عین کعبہ میں
کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
(میر انیسؒ)

حضرت چشتی اجمیری فرماتے ہیں:

روز یکہ بکعبہ مرتضیٰ شد پیدا سبحان اللہ
درکون ومکاں جلوہ نما شد پیدا ماشاءاللہ

بقول شیخ سعدیؒ

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

دعوت ذوالعشیرہ و اعلان خلافت:

عرب کے سب سے بڑے مزدور نے جب اپنا اصلاحی مشن شروع کیا تو اسے ایک

شریک کار رفیق کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے تبلیغ دین کا کام اپنے گھر سے شروع کیا۔ چنانچہ دعوت ذوالعشیرہ میں اپنے خاندان بنی ہاشم جن میں چالیس مرد اور پانچ چھ عورتیں تھیں، کو خانۂ ابوطالبؑ میں دعوتِ طعام پر بلایا۔ بعد ازاں رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں توحید الٰہی اور اپنی رسالت کا اظہار کیا اور اپنی قوم کی اصلاح کے لئے چند تجاویز پیش کیں اور پکار کر کہا: تم میں کون ہے جو میرا رفیق عمل بنے اور میرے مشن میں میری مدد کرے۔ اس کے صلے میں وہ میرا جانشین، میرا بھائی، میرا وزیر اور میرا خلیفہ اور وصی قرار پائے۔ (ابن خلدون، طبری، تاریخ کامل وابوالفدا وغیرہ) سبھی نے لکھا ہے کہ مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ یکایک ایک گیارہ سالہ لڑکا اٹھا اس نے دلیرانہ انداز میں پکار کر کہا: یارسول اللہؐ میں آپ کی نصرت و مدد کے لئے تیار ہوں۔

آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ان ھذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعوا واطیعوا یہ میرا بھائی میرا وصی تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ مجمع سے ابولہب اور اس کے ساتھیوں نے جناب ابوطالبؑ سے طنزاً کہا: اپنے بیٹے کی سنو اور اس کی اطاعت کرو اور سب اٹھ کر چلے گئے۔

بعد میں پیش آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ علیؑ نے کہا تھا اسے نبھایا اور زندگی بھر مصیبت و آفت کی ہر گھڑی میں آنحضرتؐ کے سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے جسد خاکی کو اپنے ہاتھوں سپرد خاک کیا۔

امامے کہ روز وفات پیغمبرؐ
خلافت گزارد بہ ماتم نشنید

غزوۂ تبوک اور تقرر خلیفہ:

غزوۂ تبوک ۸ ہجری روانگی سے قبل رسول خداؐ نے جناب موسیٰ کی طرح جناب علی المرتضیٰؑ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام (خلیفہ) مقرر فرمایا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ بعض منافقین کے طعن و تشنیع سے دلبرداشتہ ہو کر جناب علیؑ آنحضرتؐ کے پیچھے دوسری ہی منزل پر ان

سے جا ملے اور لوگوں کے طعنوں کی شکایت کی۔

آپؐ نے فرمایا: یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اِلّا انہ لا نبی بعدی۔ اے علی (تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ) تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو حضرت ہارونؑ کی جناب موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ہارونؑ کے مقام و مرتبے کے بارے میں (از روئے قرآن) آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بھائی ان کے وزیر و مددگار، کارِ نبوت میں شریک اور ان کی غیر حاضری میں ان کے خلیفہ تھے۔ جو کچھ امت موسیٰؑ نے ان کی عدم موجودگی میں حضرت ہارونؑ سے کیا ویسا ہی سلوک امت محمدیہؐ نے آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد جناب علی المرتضیٰؑ (ہارونِ محمدؐ) سے کیا۔ صرف ان کی حق تلفی ہی نہیں ہوئی بلکہ بیعت کے لئے زبردستی گھسیٹا گیا، ان کے گھر بیت فاطمہؑ کو نذرِ آتش کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ جناب فاطمہ الزہراؑ کو ان کے والد بزرگوار کی جائداد سے محروم رکھا گیا۔ فرزند رسولؐ امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا اور اپنے ناناؐ کے پہلو میں دفن ہونے سے نہ صرف روکا گیا بلکہ ان کے جنازے پر تیر برسائے گئے۔ ظلم و زیادتی کا جو سلسلہ سقیفہ سے شروع ہوا تھا بالآخر کربلا میں شہادت امام حسینؑ پر اپنی انتہا کو پہنچ گیا جہاں گلستان رسالت مآب کو ظلم و ستم سے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔

غدیر خم اور اعلان خلافت:

۱۰ ہجری حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر حضرت جبرئیلؑ رب العالمین کا یہ جبریلی حکم لے کر نازل ہوئے: یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝ (سورۃ المائدہ آیت ۶۷) ترجمہ: اے پیغمبر تمہارے پروردگار کی طرف سے جو حکم تم پر اترا وہ لوگوں کو (بے کھٹکے) پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچا لے گا۔ (ترجمہ مولانا وحید الزماں)

تمام علمائے اہلسنت و اہلِ تشیع اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت بروز غدیر حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جب آپؐ نے ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام کے مجمع میں حضرت علیؑ کا بازو بلند کر کے فرمایا تھا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عادہ۔

یعنی جس جس کا میں مولا و آقا ہوں اس اس کا یہ علیؑ آقا و مولا ہے اے اللہ تو بھی اس سے محبت رکھ جو علیؑ سے محبت رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے۔ اس حدیث کی اسناد علامہ عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب میں ۱۰۱ سے زیادہ لکھے ہیں۔

جب رسول اکرمؐ نے مجمع عام میں حضرت علیؑ کی امامت و خلافت کا اعلان کر دیا اس وقت حضرت جبرئیلؑ امین تکمیل دین والی آیت لے کر نازل ہوئے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (سورۃ المائدہ آیت ۳) ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے اپنی نعمت (ولایت و خلافت) کو پورا کر دیا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ہے مقام و مرتبۂ امامت و خلافت جسے نام نہاد مسلمان حکمرانوں اور ان کے ٹکڑوں پر پلنے والے علماءِ سُوء نے بدنام کر کے رکھ دیا۔

بقول علامہ اقبالؒ

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں گے بیچارے دو رکعت کے امام

قصص الانبیاء فی القرآن:

ارشاد خداوندی ہے: فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶) ترجمہ: اے میرے حبیبؐ ان سے گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان کرو تا کہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ قرآنی آیات کے بغور مطالعہ سے ایک بات جو روز روشن کی طرح عیاں ہے وہ ہے حق و باطل میں محاذ آرائی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی رہنمائی اور

ہدایت کے لئے اپنے مخصوص نمائندوں یعنی انبیاء و مرسلین اور ائمہ طاہرین کو بھیجا اس کے ساتھ ہی طاغوتی طاقتوں، شیطانی قوتوں اور نفسِ امارہ کے عمل دخل کو بھی جاری کیا تا کہ وہ دیکھے کہ کون کس کی پیروی کرتا ہے۔

قصہٗ ہابیل وقابیل:

یہ دونوں بھائی تھے تو حضرت آدمؑ کی اولاد مگر دونوں کی سیرت اور کردار میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ جناب ہابیلؑ نیک سیرت اور اعلیٰ صفات کے مالک تھے جبکہ قابیل فہم و فراست سے عاری گھٹیا سوچ رکھنے والا اجڈ قسم کا آدمی تھا۔ جناب ہابیل کی فضیلت اور علوشان اس سے دیکھی نہ گئی۔ بجائے اپنی اصلاح کے بغض وحسد کی آگ میں جلنے لگا اور اپنے بھائی کو ناحق قتل کر کے قیامت تک کے لئے لعنتی بن گیا۔

حق و باطل میں محاذ آرائی کی ابتدا جو ہابیل وقابیل سے شروع ہوئی تھی اس کا سلسلہ آنے والے ادوار میں کہیں رکا نہیں بلکہ بہ شکل عداوت مابین ابراہیمؑ ونمرود، پھر موسیٰؑ و فرعون میں ظاہر ہوا۔ بعدازاں جناب ہاشم وامیہ سے ہوتا ہوا دور رسالت مآب تک آن پہنچا جہاں ابوجہل اور ابوسفیان آنحضرتؐ کے سدراہ ہوئے۔ پھر یہاں سے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یعنی مومن ومنافق میں محاذ آرائی کی صورت میں جناب علیؑ ومعاویہ اور امام حسینؑ ویزید۔ ائمہ حق اور آئمہ باطل کی شکل میں آشکارا ہوا۔ بقول علامہ اقبالؒ:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تاامروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

ترجمہ: روز ازل یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک حق و باطل میں جنگ وجدل کا سلسلہ جاری ہے جہاں کہیں چراغ مصطفویؐ روشن ہوگا ابوجہل وابوسفیان اور ابولہب اسے بجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے۔ دوسری جگہ علامہ صاحب فرماتے ہیں:

ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسداللہی وہی مرحبی وہی عنتری

یعنی اس دنیا میں نہ کوئی میدان جنگ نیا ہے او نہ ہی آپس میں دست وگریباں (لڑنے والے) ہونے والے نئے ہیں۔ جہاں حق کا حامی علیؑ شیرخدا قیام کرے گا اس کے مقابلے میں فوراً مرحب ومعاویہ وعنترآ موجود ہونگے۔ آنحضرتؐ کی حدیث: کل شیءٍ یرجع الیٰ اصلہ۔ ہرشے اپنے اصل کی جانب رجوع کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے ان دو سلسلوں کو قرآن کریم میں شجرہ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ ملعونہ سے تعبیر کیا ہے۔

خاندانِ قریش:

حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ایک بزرگ کنانہ نامی قریش کے نام سے مشہور ہوئے جناب رسالت مآبؐ کے زمانے میں خاندان قریش کے پچیس قبیلے مکہ اور اس کے گردونواح میں آباد تھے۔ سوائے حضور اکرمؐ کے خاندان بنی ہاشم کے سب کے سب آپ کے مخالف تھے خصوصاً اعلانِ نبوت کے بعد یہ لوگ آپ کے جانی دشمن ہوگئے جن میں بنی امیہ اور بنی مغیرہ پیش پیش تھے۔

بنی ہاشم اور بنی امیہ:

خاندانِ قریش کے سردار جناب عبدمناف کے دو فرزند جناب ہاشم وعبدالشمس جڑواں پیدا ہوئے اس طرح کہ ایک کی انگلی دوسرے کی پشت یا پیشانی سے چپاں تھی جسے تلوار سے جدا کیا گیا جس سے کافی خون نکلا۔ اس وقت کے نجومیوں اور کاہنوں نے پیشن گوئی کی کہ ان میں تلوار چلے گی۔ آنے والے واقعات سے یہ بات سچ ثابت ہوئی۔

جناب ہاشم:

ایک تو اپنی خداداد قابلیت وذہانت ومتانت اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے دوسرے حامل نورِ محمد مصطفیٰؐ ہونے کے ناطے آپ صورت وسیرت، شجاعت وسخاوت، اخلاق وایمان

جیسے اوصاف حمیدہ کی بنا پر خانہ کعبہ کے متولی اور سردار مکہ تسلیم کیے گئے۔

امیہ:

یہ دراصل عبدالشمس کا بیٹا نہیں بلکہ لے پالک غلام تھا۔ دستور عرب کے مطابق اس زمانے میں لے پالک کو بیٹا ہی کہتے تھے۔ یہ شخص بدصورت، مکار، شرارتی، پست قد، گھٹیا کردار کا آدمی تھا۔ جسے اہل مکہ امیہ یعنی چھوٹی لونڈی کہہ کر پکارتے تھے۔ امیہ سے جناب ہاشم کی عزّ و توقیر اور فضیلت کے علاوہ تولیت کعبہ اور سرداریِ قوم دیکھی نہ گئی۔ بجائے اپنی اصلاح کے قابیل و نمرود اور فرعون کی راہ پر چل نکلا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی ہاشم کی توحید پرستی اور حسن کارکردگی کے پیش نظر اس خاندان کو نبوت و رسالت، امامت اور ولایت جیسے عہدہ ہائے جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔ اللہ کی عنایات پر تو کوئی بس نہ چلا بغض و حسد کی آگ میں جلتے ہوئے فتنہ و فساد کی راہ اختیار کر لی بالآخر تخم کی تاثیر رنگ لائی۔ اس خاندان کا ہر آنیوالا نسلاً بعد نسلٍ بد سے بدتر سے بدترین ثابت ہوا۔ آنحضرتؐ کی حدیث: کل شی ءٍ یرجع الیٰ اصلہ۔

شجرۂ طیبہ و شجرۂ خبیثہ ملعونہ:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو شجروں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک شجرہ طیبہ اور دوسرا شجرہ خبیثہ ملعونہ۔ لفظ شجرہ کے لغت میں دو معنی ہیں۔ ایک درخت کے اور دوسرے خاندانی سلسلہ نسب۔ پٹواریوں کے پاس بھی اراضی کا شجرہ ہوتا ہے۔

شجرۂ طیبہ:

ارشاد باری تعالیٰ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ (سورۃ ابراہیم آیت ۲۴) ترجمہ: اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ہے گویا وہ ایسا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ احادیث معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ شجرۂ طیبہ سے مراد خاندان اہلبیتؑ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

شجرۂ خبیثہ معلونہ:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ٍاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝۲۶ (سورۃ ابراہیم آیت ۲۵) ترجمہ: کلمہ خبیثہ (نجس اور گندے) کی مثال گندے شجر کی سی ہے جس کی جڑیں زمین کے اوپر کمزور اور ناپائیدار ہیں۔

دوسری جگہ قرآن میں: الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ کے الفاظ آئے ہیں (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰) احادیث میں شجرہ خبیثہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ کو لیا گیا ہے جنہوں نے آنحضرتؐ اور ان کی آل پاک کی مخالفت میں ان پر ناحق ظلم و ستم کیے۔ اس کا بیان بعد میں آئے گا۔

نوٹ:

صحیح بخاری جلد سوم کتاب التفسیر: شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت اور شجرہ خبیثہ ملعونہ سے مراد تھوہر کا درخت لکھا ہے۔ قارئین حضرات ذرا غور کریں۔ کیا کھجور کے درخت کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ پھر تھوہر درخت آخر ملعون کیوں ٹھہرا۔ (عجب تفسیر بالرائے ہے)۔ بہرحال یہ سب نتیجہ ہے وارثانِ علم و حکمت کے آستانہ عالیہ سے استفادہ نہ کرنے کا۔ حدیث رسولؐ: انامدینۃ العلم و علیٌّ بابہا (میں علم کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہے)

اولاد حضرت عبدالمطلبؑ اور قریش:

رسول خداؐ کی ترپن (۵۳) سالہ مکی زندگی میں قریشی سرداروں ابوجہل، ابوسفیان، عتبہ، شیبہ، ولید، عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور عمارہ وغیرہم نے آنحضرتؐ اور آپ کے خاندان بنی ہاشم کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ سب نے مل کر ایک معاہدے کے تحت آنحضرتؐ اور بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر کے تین سال کے لئے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ آنحضرتؐ کے پرورش کنندہ، محافظ و مددگار سردار بنی ہاشم جناب ابو طالبؑ کی رحلت کے بعد مذکورہ قریشی سردار اور بھی دلیر ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے رسول

خداؐ اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

مدنی زندگی میں بھی انہی قریشی سرداروں نے آنحضرتؐ اور ان کے رفقا کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اموی سردار ابوسفیان کی سربراہی میں آپؐ پر بدر، احد اور خندق جیسی جنگیں مسلط کی گئیں۔ قربان جائیں بنی ہاشم کے بہادروں، جانبازوں اور شمع رسالت کے انمول پروانوں پر خصوصاً جناب حمزہ بن عبدالمطلب، اولادِ ابوطالب اور اولاد حارث بن عبدالمطلب پر جن کے سالارِ اعظم کے صاحب علم اور شیر کردگار، صاحب ذوالفقار، غالب علی کل غالب، جناب علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ ان بے مثل جانبازوں نے مذکورہ سات قریشی سرداروں اور ان کے ساتھیوں کے بدر کے دن پرخچے اڑائے اور لاشیں بدر کے اندھے کوئیں میں پھینک دیں۔ اگر اموی سردار مع اپنے فرزند ارجمند کے میدان کارزار سے فرار اختیار نہ کرتا تو ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان کے ساتھیوں کا ہوا تھا۔ مگر قدرت نے انہیں مزید ڈھیل دے دی تا کہ کفر وشرک کی وادیوں میں مزید آگے بڑھتے ہوئے اپنے کو شجرۂ ملعونہ فی القرآن کا مصداق ٹھہرائیں۔

انقلاب زمانہ:

کافی جنگ وجدال کے بعد بالآخر ۸ ہجری فتح مکہ کے دن اموی سردار ابوسفیان نے اپنی جان بچانے کی خاطر مجبوراً اسلام قبول کیا اور مولفتہ القلوب کی صف میں شامل ہوگیا۔ انقلاب زمانہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد کل جو حالتِ کفر میں اسلام اور رسول اکرمؐ کے بدترین دشمن تھے آج وہی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اہلبیت رسولؐ اور سچے مسلمانوں کے درپے آزار ہوگئے۔ صحیح بخاری شریف جلد ا میں حدیث ہے۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا: عربوں میں سب سے اچھے مسلمان کون ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: جو اسلام لانے سے پہلے اچھے تھے وہی اسلام لانے کے بعد اچھے ہیں، جو پہلے بُرے تھے وہی بعد میں بُرے ہیں۔

بقول شیخ سعدیؒ

گرگ زادہ گرگ میشود
گرچہ باآدمی بزرگ میشود

یعنی بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہی ہوتا ہے اگرچہ آدمی کے ساتھ رہنے سے بزرگ نظر آتا ہے۔

بقول شاعر ضمیر زیدی

قربت کے باوجود بھی خوشبو نہ پاسکے
کانٹے رہے چمن میں گل تر سے دور دور

خلافت ظاہری بعد از رسولؐ:

رسول کریمؐ کی رحلت کے بعد عرب کے سیاستدانوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ بنی ہاشم کو ہمیشہ امور سلطنت سے علیحدہ رکھا جائے اور دشمنوں کو ان پر مسلط کرکے انہیں تباہ وبرباد کر دیا جائے۔ سیاستِ عرب کا یہ تباہ کن نظریہ قیامت تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلاتا رہے گا۔

عزیزان من!

اس کتابچے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ خدانخواستہ کسی جوش وجذبات یا مذہبی تعصبات پر مبنی نہیں بلکہ تحریر کرنے کا مقصد ہے کہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد سے لے کر ٦٠ ہجری تک مرکز اسلام میں جو اہم واقعات پیش آئے ہیں ان کا مختصر سا جائزہ لیا جائے تا کہ وہ اسباب وعلل واضح ہو جائیں جن کی وجہ سے امام حسینؑ کا قیام ضروری، ہوگیا تھا۔ حالات اتنے بگڑ چکے تھے جن کا علاج تحریروں یا تقریروں سے نہیں بلکہ خونی انقلاب اور شہادت عظمٰی کے بغیر ناممکن تھا۔ نام نہاد اسلامی حکومت کی شروع ہی سے یہ حالت تھی کہ ہر وہ شخص جو دربار خلافت کی مصلحتوں اور خواہشوں کے مطابق عمل نہ کرتا یا ان کے خلاف کوئی جائز قدم اٹھاتا خواہ وہ کتنا ہی حق پر کیوں نہ ہوتا وہ سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا۔ مثلاً خلافتِ ثالثہ میں بدری صحابی حضرت عمارؓ یاسر کو ناحق کوڑے مارے گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بدری صحابی کو قرآن وحدیث بیان کرنے پر شہر بدر کیا گیا۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ ودیگر معتبر صحابہ کرام کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔

اس کے برعکس جو لوگ حکومت وقت کا ساتھ دیتے انہیں ہر قسم کی مراعات سے نوازا جاتا۔ دورِ ثالث میں بڑے بڑے صحابہ جنہیں جنتی کہا جاتا ہے، علامہ مسعودی نے اپنی تاریخ مروج الذہب میں بڑی تفصیل سے حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور بنی امیہ کی بے شمار اثاثہ جات جائدادوں، جاگیروں، مال و دولت، مال مویشی اور عالی شان محلات کی فہرست درج کی ہے جسے پڑھ کر آدمی ششدر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ اس کے برعکس اسلامی حکومت کی سربراہی میں جناب رسول خداؐ اور حضرت علیؑ نے تو کچھ بھی جمع نہ کیا اور نہ ہی اپنے رہنے کے لئے کوئی اچھا گھر بنایا۔ کیا سنت رسولؐ پر سب صحابہ کا عمل پیرا ہونا ضروری نہ تھا۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تابکجا۔

اموی اور عباسی خلفا کی عیاشیاں اور شاہ خرچیاں تو قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کو بھی مات کر گئیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو اسلام ان نام نہاد خلفا و سلاطین کے دورِ حکومت میں ایک طرف عیش و نشاط اور دوسری جانب ہیبت و بربریت اور تشدد کا ایک تاریک ڈرامہ تھا جس میں بقول سفیان ثوری کتوں اور بندروں کے تو پیٹ پالے جاتے تھے مگر انسان روٹی کپڑے اور مکان کے لئے ترس رہے تھے۔

حضرت علیؑ اور معاویہ:

فضائل و مناقب امیرالمومنینؑ یا سیرت معاویہ پر تفصیلی گفتگو کرنا اس کتابچے کا موضوع نہیں ہے۔ صرف دو چار معتبر و مستند روایات مشتے از خروارے پیش خدمت ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ ابن ابی طالبؑ:

امام احمد بن حنبل و قاضی اسماعیل بن اسحاق کہتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی کے حق میں صحیح اسناد کے ساتھ اتنے فضائل مروی نہیں جتنے علی ابن ابی طالبؑ کے حق میں ہیں۔ یہی قول امام نسائی، ابن حجر مکی، ابن عبدالبر، الحاکم، محب الدین طبری اور ابن تیمیہ کا ہے۔

حضرت علیؑ کا ذکر اتنا بلند و ارفع ہے کہ وہ مثل خوشبو کے ہے کہ جتنا اسکو چھپاؤ اتنا ہی

وہ زیادہ پھیلتا ہے۔ بلکہ ذکر علیؑ مثل آفتاب کے ہے جیسے چھپایا نہیں جا سکتا اگر ایک آنکھ بند ہو جائے تو ہزاروں آنکھیں اسے دیکھنے والی ہیں وہ تمام فضیلتوں کا سید و سردار ہے۔ مسلمانوں کے سبھی سلسلے اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ اگر چمگادڑ کی آنکھ سورج کو نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے؟

جناب رسالت مآبؐ نے مولا علیؑ کی شان میں بہت سے فضائل بیان فرمائے مگر پھر بھی یہی کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ علیؑ کی نسبت وہی کہنے لگیں گے جو نصاریٰ عیسیٰؑ کی نسبت کہتے ہیں تو میں اس کی ایسی صفات بیان کرتا کہ لوگ اس کے پیروں کے نیچے کی مٹی اٹھا کر لے جاتے۔ آپؐ کے فضائل غیروں نے تو بغض و حسد اور دشمنی کی وجہ سے چھپائے، مداحان و محبان علیؑ نے جابر حکمرانوں اور عوام الناس کے خوف سے چھپائے۔ ارے جب امام شافعی جیسے عالم اور اہل سنت کے مستند امام حُبّ علی کی وجہ سے طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے اور امام نسائی جیسے محدث و فاضل کو عین مسجد دمشق میں اس وجہ سے زدوکوب کیا گیا کہ انہوں نے فضائل علیؑ بیان کیے تھے تو عام لوگوں کی حالت کیا ہوگی۔ ایسی فضا اور ایسے پرہول حالات میں ذکر علیؑ اور حب علیؑ کا نشو و نما پانا اور باقی رہنا معجزہ سے کم نہیں۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ درحقیقت یہ آیۂ کریمہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کی تفسیر ہے۔ علامہ اقبالؔ نے کیا خوب کہا:

آفتابس را زوالے نیست نیست
منکراو راکمالے نیست نیست

یعنی علیؑ وہ آفتاب ہے جسے کبھی بھی زوال نہیں اور اس کے منکر کے لئے ہرگز کوئی کمال نہیں ہے۔

شانِ علیؑ بزبان خواجہ چشتی اجمیری رحمت اللہ۔

اوصاف علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحردر سبو ممکن نیست۔

لامن ذاتِ را علیؑ بوعجمی کے دانم
الا دانم کہ مثلِ اوممکن نیست

ترجمہ: حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کا احاطہ باتوں میں کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح سمندر کو ایک کوزے میں بند نہیں کیا جاسکتا۔ میں ایک ان پڑھ آدمی (عجمی) حضرت علیؑ کے اوصاف کیا جان سکتا ہوں مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ ذاتِ علیؑ کائنات میں بے مثل و بے مثال ہے۔

امام شافعیؒ کے بقول:

علی حبه جُنّه
قسیم النار و الجنّه
وصیّ مصطفیٰ حقه
امام الانس والجِنّه

ترجمہ: حضرت علیؑ کی محبت مصائب میں ڈھال ہے۔ جناب علیؑ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور جناب مصطفیٰؐ کے صحیح وصی و جانشین اور تمام انسانوں اور جنوں کے امام برحق ہیں۔

سیرت معاویہ ابنِ ابوسفیان:

آپ کے خاندانی شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ موصوف ماں اور باپ دونوں جانب سے اموی تھے (نجیب الطرفین اموی) آنحضرتؐ کا قول کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن قبیلہ بنو امیہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہر شے کے لئے ایک آفت ہے۔ دین اسلام کے لئے بنو امیہ آفت ہیں (تطہیر الجنان، النصائح الکافیہ، ینابیع المودۃ، تاریخ احمدی)

لشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۰) سے مراد بنی امیہ ہے۔ (تاریخ الکامل، روضۃ المناظر) مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب التحریف فی القرآن اور

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں لکھتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتنوں اور بدعات کا دور تھا۔ معاویہ ملوکیت کا بانی تھا جس کی وجہ سے دین اسلام میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں۔

صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۳۶۷ کتاب المناقب میں جہاں دیگر صحابہ کے فضائل کا ذکر ہے معاویہ کی شان میں کوئی حدیث درج نہیں ہے۔ امام نسائی سے ایک مرتبہ اہل شام نے فرمائش کی کہ معاویہ کی شان میں احادیث سنائیں۔ انہوں نے کہا صرف ایک حدیث منقول ہے کہ ایک روز معاویہ کھانے میں مصروف تھے آنحضرتؐ نے دو تین مرتبہ بلایا مگر وہ دسترخوان سے نہ اٹھے تو آپؐ نے فرمایا: خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور معاویہ بسیار خور مشہور ہوا۔ یہ سن کر اہل شام نے امام نسائیؒ کو اتنا زدوکوب کیا جس کی وجہ کچھ عرصہ بعد وہ انتقال کر گئے۔ (خصائص نسائی، تاریخ احمدی)

آنحضرتؐ کی متفقہ علیہ حدیث جسے (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل) سبھی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے عمار یاسرؓ صحابی رسول سے فرمایا: اے عمار تمہیں گروہ باغی قتل کریگا جبکہ تم ان کو جنت کی طرف اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ اس معتبر و مستند حدیث کی موجودگی میں معاویہ کی برأت کی وکالت بے سود اور بے معنی ہے۔ معاویہ نے اپنے دور اقتدار میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور نماز جمعہ میں خطیبوں کو جناب علیؑ و آل علیؑ پر سب وشتم کرنے کا فرمان جاری کیا جسے ۹۹ ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ختم کروایا (تاریخ الوالفدا، طبری، تاریخ الخلفا، فتاویٰ عزیزیہ، تاریخ احمدی، تاریخ فرشتہ) امیر شام جناب علیؑ، امام حسنؑ، حضرت عمار یاسرؓ، حضرت مالک اشترؓ، حضرت ام المومنین جناب عائشہؓ، محمد بن ابوبکرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن خالد بن ولید جناب حجرؓ بن عدی کے مسلم الثبوت قاتل ہیں۔ (طبری، کامل، ذکر العباس، کشف الغمہ، حدیقۃ الحقائق حکیم سنائی، اعثم کوفی، تاریخ احمدی وغیرہ)۔

آنحضرتؐ کا واضح فرمان: لا یبغضک الّا منافق ولا یحبک الّا مومن۔

اے علیؑ تجھ سے بغض و عداوت نہیں کریگا مگر منافق اور تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن۔ بغض معاویہ اور حبِّ علیؑ والی بات تو ضرب المثل بن کر رہ گئی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ لکھتے ہیں کہ معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں ان میں سے ایک ہی اس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ (۱) خلافت پر زبردستی قبضہ کرنا۔ (۲) اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کرنا جو فاسق و فاجر شرابی اور بدکار تھا۔ (۳) زیاد بن سمیہ کو اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا کہہ کر بھائی بنانا جبکہ آنحضرت کا قول ہے کہ بیٹا باپ کا اور زانی کے لئے پتھر (سنگساری) ہیں۔ (۴) صحابی رسول حجرؓ بن عدی اور ان کے گیارہ ساتھیوں کو حضرت علیؑ پر لعنت نہ کرنے پر قتل کرانا۔ اس کی سیاہ کاریوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں البتہ ہم اختتام کرتے ہیں

شیخ سعدیؒ کی ایک خوبصورت مسدس پر جو انہوں نے بنی امیہ کی کارکردگی کی تاریخ کے سمندر کو گویا کوزے میں بند کردیا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ کریں:

داستان پسر ہندہ مگر نشنیدی
کہ چہار ستم از اُو بر پیغمبر برسید
پدرِاُو دندان پیغمبر شکست
مادرِاُو جگرِ عم پیغمبر بہ کلید
برچنیں قوم کہ لعنت نہ کند لعنت باد
لعنت اللہ یزید و علی قوم یزید

ترجمہ: ہندہ کے بیٹے کی کہانی: کیا تم نے ہندہ کے بیٹے (معاویہ) کی کہانی نہیں سنی کہ چار ظلم و ستم اس سے آنحضرت کو دیکھنے پڑے۔ پہلا ستم اس کے باپ ابوسفیان نے جنگ احد میں رسول خداؐ کے دندان مبارک شہید کیے۔ دوسرا ستم اس کی ماں ہندہ بنت عتبہ نے احد کے دن حضور اکرمؐ کے چچا امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا (اور ہندہ جگر خوارہ کا لقب پایا)۔ تیسرا ستم خود اس نے داماد پیغمبر حضرت علیؑ خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کی۔ چوتھا ستم اس

کے بیٹے یزید ملعون نے فرزند رسول امام حسینؑ کا سر اقدس قلم کیا۔ اتنے مظالم کے باوجود بھی اگر کوئی قوم یزید پر لعنت نہ کرے تو اس قوم اور یزید دونوں پر خدا کی لعنت۔

معاویہ کا دورِ حکومت:

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے بعد مسلمانوں کی اکثریت نے حضرت علیؑ کو خلیفہ چہارم تسلیم کرتے ہوئے ان کی بیعت کرلی۔ معاویہ جو گزشتہ خلفا (حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) کے دور سے مسلسل بیس برس سے ملک شام کا گورنر تھا اس نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کردی۔ حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے انہیں باغیانہ روش سے باز رہنے اور راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور اپنے لئے دائمی ذلت کا سامان اکٹھا کرلیا۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد لوگوں نے امام حسنؑ کو اپنا خلیفہ چنا، معاویہ جس نے شروع ہی سے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی بھلا وہ امام حسنؑ کی خلافت کو کیسے برداشت کرتا چنانچہ دونوں جانب سے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

صلحِ امام حسنؑ:

صحیح بخاری کتاب الصلح جلد اول صفحہ ۱۱۴۶ ـ ۱۱۴۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ترجمہ علامہ وحید الزماں۔

عبداللہ بسلسلہ حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں: خدا کی قسم حضرت حسنؑ معاویہ کے مقابل پہاڑ جیسی فوج لے کر آئے۔ معاویہ کے مشیر خاص عمرو عاص نے کہا، میں ایسی فوج دیکھ رہا ہوں وہ جب تک اپنے مخالفین کو مار نہ لیں تب تک پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ معاویہ نے عبدالشمس کی اولاد سے دو شخص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو امام حسنؑ کے پاس بھیجا اور کہا: ان سے صلح کی پیشکش کرو اور جو وہ کہیں مان لینا۔ یہ دونوں امام حسنؑ کے پاس گئے اور کہا معاویہ آپ سے صلح چاہتا ہے جو آپ چاہیں اسے وہ سب منظور ہے۔

امامؑ نے کہا اس کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے ذمہ داری لیتے ہیں۔ بالآخر امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی۔ بقول شاعر:

جلس جامۂ تقویٰ میں جب تک زور ہے ساقی
نگہبان شریعت صلح پہ مجبور ہے ساقی

اسی حدیث میں حسن بصریؒ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکرؓ صحابی رسولؐ سے سنا وہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن رسول خدا کو منبر پر دیکھا کہ حضرت حسنؑ ان کے پہلو میں تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حسنؑ کی طرف منہ کرتے اور فرماتے تھے یہ میرا بیٹا سید و سردار ہے شاید اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔ (بخاری شریف، جلد ۱)

امام حسنؑ نے امت مسلمہ کی بھلائی اور انہیں خونریزی سے بچانے کی خاطر معاویہ سے صلح کرلی اور خلافت ظاہری سے کنارہ کش ہوگئے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انہوں نے معاویہ کی بیعت قبول کرلی اور معاویہ کو خلیفہ اور امیرالمومنین تسلیم کرلیا تھا۔ (حدیبیہ میں آنحضرتؐ نے بھی تو کفار قریش سے صلح کی تھی) اس کا ثبوت ابن اثیر کامل التواریخ میں اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں جب امام حسنؑ نے حکومت سے علیحدگی اختیار کرلی تو ایک خارجی فروہ بن نوفل اشجعی نے معاویہ کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے کوفہ پر چڑھائی کردی۔ امام حسنؑ اس وقت عراق چھوڑ کر مدینہ روانہ ہوچکے تھے۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو لکھا کہ تم اس خارجی کے لئے نکلو اور اس سے جنگ کرو۔ امامؑ نے معاویہ کو بڑا جرأتمندانہ خط لکھا ''اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی کے ساتھ جنگ کرنا چاہتا تو سب سے پہلے تجھ سے جنگ کرتا میں نے تجھے امت کی بھلائی اور خونریزی سے بچانے کے لئے چھوڑ دیا ہے ورگرنہ تُو سب مسلمانوں سے بدتر ہے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب لکھا:

آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؑ
سرو آزاد دبستان رسولؐ

آن یکے شمع شبستانِ حرم
حافظ جمعیت خیر الامم

تانشیند آتشِ پیکار و کیں
پشت پازد بر سرتاج و نگیں

واں دگر مولائے ابرار جہاں
قوتِ بازوئے احرارِ جہاں

درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قلْ ھواللہ در کتاب

ترجمہ: جناب بتولؑ (بی بی فاطمہ) کے فرزندان ارجمند امام حسنؑ و حسینؑ جو عاشقوں کے امام اور رسولؐ کے چمن کے آزاد بلند و بالا سرو کی مانند ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی امام حسنؑ حرم پاک کا روشن چراغ اور اپنے ناناؐ سیدالمرسلین رحمت اللعالمین کی امت کا محافظ و نگہبان ہے۔ فریق مخالف کے دل میں حصول اقتدار کی خاطر بغض و حسد کی لگی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے رحمت اللعالمینؐ نانا کی امت کو تباہی و بربادی سے بچانے کی خاطر امام حسنؑ نے تخت و تاج کو اپنے پاؤں سے ٹھکراتے ہوئے حکومت ظاہری سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ جناب فاطمۃ الزہراؑ کا دوسرا لخت جگر امام حسینؑ ہے جو کائنات کے آزاد منش حریت پسند جانبازوں کا قوت بازو اور سرخیل کارواں ہے۔ اس کی مثال امت محمدیہ میں ایسی ہے جیسے سورۃ قل ھو اللہ کا مقام قرآن کریم میں ہے (صحیح بخاری میں ہے سورۃ قل ھو اللہ ایک تہائی قرآن ہے)۔

امام حسینؑ کا خط معاویہ کے نام:

مورخ عبداللہ بن مسلم قتیبہ دینوری اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے ایک خط امیر شام معاویہ ابن ابوسفیان کو لکھا جس میں انہوں نے تحریر کیا: ''اے معاویہ کیا تم نے صحابی رسول حجر بن عدی جو بڑے عابد و زاہد، بدعات سے متنفر تھے ان کو

باوجود عہد وپیان کے ظلم سے قتل نہیں کیا؟ کیا تم نے عمرو بن الحمق خزاعی جو بزرگ عابد شب زندہ دار صحابی کو امان دینے کے بعد قتل نہیں کیا؟ کیا تم نے زیاد بن سمیہ ولدالزنا کو اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا قرار نہیں دیا؟ حالانکہ رسول اللہ کا فیصلہ ہے کہ بچہ باپ کا ہے زانی کے لئے پتھر (سنگساری) ہیں۔ پھر تم نے اسی زیاد بن سمیہ کو کوفہ اور بصرہ کا والی مقرر کر دیا تاکہ وہ سچے مسلمانوں کا قتل عام کرے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ انہیں کھجور کے درختوں پر لٹکا کر پھانسی دے۔ سبحان اللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا دین اسلام اور امت محمدیہؐ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اے معاویہ سمجھ لو اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ اللہ کے پاس ایک کتاب ہے (لوح محفوظ) جس میں سب کچھ درج ہے۔

پھر اس سے بڑھ کر تم نے اپنے نادان، نااہل اور ناتجربہ کار لڑکے یزید کو ولی عہد بنا دیا ہے جو شراب پیتا ہے اور کتوں اور بندروں سے کھیلتا ہے۔ وہ حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ میرے خیال میں تم نے اپنے کو غارت کر لیا۔ اپنے دین کو خراب اور رعایا کو برباد کر دیا (الامامۃ والسیاسۃ)۔ یہ ہے تھوڑی سی سیرت و کردار معاویہ کی جھلک۔ تفصیل کے لئے مستند تواریخ دیکھی جا سکتی ہیں۔

یزید ابن معاویہ:

معاویہ ابن ابوسفیان کا یہ لاڈلا فرزند جس کی والدہ میسونہ نجد کی ایک عیسائی خاتون تھی۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ عرب کے صحرائی ماحول جہاں ہر قسم کی کھلی مذہبی آزادی تھی پروان چڑھا۔ معاویہ نے مرنے سے پہلے اسے اپنا ولی عہد مقرر کر کے لوگوں اس کی بیعت لے لی تھی۔ ۶۰ ہجری ماہ رجب میں معاویہ کے انتقال کے بعد تخت خلافت ایک ایسے شخص کے قبضے میں آ گیا جو کتاب و سنت کا دشمن، کفر و نفاق کا حامی، سیر و شکار لہو ولعب اور شعر و شاعری کا دلدادہ تھا۔ وہ نماز پڑھتا تھا مگر شراب پی کر۔ وہ نکاح کرتا تھا مگر ماؤں بہنوں اور پھوپھیوں سے۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کیا امام حسینؑ ایسے فاسق و فاجر شخص کی بیعت کر سکتے تھے جبھی تو امام عالی مقام نے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ بن ابوسفیان سے

بیعت یزید کے مطالبے پر کہا تھا "ہم جیسے ان جیسوں کی بیعت نہیں کرتے۔"

علامہ مسعودی اپنی مشہور کتاب مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ یزید بہت عیش پسند تھا۔ اس کے پاس شکاری جانور کتے، بندر اور چیتے تھے۔ اس کے یہاں شراب کی محفلیں جمتی تھیں۔ قتل حسینؑ کے بعد ایک دن اس کی محفل میں شراب کا دور چل رہا تھا۔ اس کا گورنر ابن زیاد اس کی داہنی جانب بیٹھا تھا۔ یزید نے ساقی کو مخاطب کر کے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے ساقی مجھے ایسا جامِ شراب پلا جو میری طبیعت کو سیراب کر دے پھر ایسا ہی ایک جام ابن زیاد کو دے جو میرا اہم راز و معتمد ہے اور میری کامیابیوں کو مستحکم کرتا ہے۔

اس کے بعد مورخ مسعودی یزید کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ رعایا پر فرعون کی مثل تھا بلکہ فرعون اپنی رعایا پر یزید سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس کے بعد مورخ مسعودی لکھتا ہے "یزید کی بداعمالیوں سے عوام الناس بھی متاثر ہونے لگے تھے مثل مشہور ہے الناس علی دین ملوکھم۔ یعنی عوام الناس کا دین اپنے حکمرانوں کا ہوتا ہے۔ اس کے زمانے میں مکہ اور مدینہ میں ناچ اور گانے کا رواج ہوا۔ لہو ولعب کی محفلیں جمنے لگیں لوگ علی الاعلان شراب نوشی کرنے لگے کیونکہ خلیفہ خود شراب پیتا تھا۔ یزید کے پاس ایک بندر تھا جس کی کنیت ابوقیس تھی۔ یہ بڑا شرارتی تھا۔ اس بندر کو بھری محفل میں شراب پلائی جاتی پھر اسے ایک پالتو گدھی پر سوار کر کے لگام بندر کے ہاتھ میں دے دی جاتی جب گدھی دوڑ میں جیت جاتی تو بندر کو سرخ و زرد لباس پہنا کر اس کے سر پر عمامہ اور کمر میں پٹکا باندھ کر نچایا جاتا۔ یہ تماشا دیکھ کر سب درباری لطف اندوز ہوتے اور یزید کو داد دیتے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد انتخاب خلافت میں خود غرضی اور حصول اقتدار کی خاطر جس غلط طریقے کو اپنایا گیا تھا اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ یزید جیسا شراب خور، خودسر، بداخلاق اور نامعقول آدمی رسول اللہ کا جانشین اور مسلمانوں کا امیر کہلائے۔ حق تو یہ ہے یزید نے موروثی تاجدار عرب بن کر ان تمام خود ساختہ اصولوں کے چہرے سے نقاب الٹ دی جو قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے والے حکمرانوں نے اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بنائے تھے۔

رسول اللہؐ کے بعد کارکنان خلافت ایک ایسی ہستی کو منظر عام پر لے آئے تھے جس نے تاریخ عالم میں اسلام کو بدنام کر کے رکھ دیا۔ مسلمانوں کا یہ ااذا خلیفہ ان تمام رزائل کا مجموعہ تھا جو انسان کو حیوانیت کے درجے پر پہنچا دیتے ہیں۔ وہ بے رحم، جفا پیشہ، فتنہ جو، ستم گر سب کچھ تھا مگر اس میں ایک صفت ضرور تھی۔ یعنی اخلاقی جرأت بہت تھی۔ وہ کفر کو اسلام کا جامہ پہنانا نہیں چاہتا تھا وہ اپنے مخالف کو قتل کرنے کا حکم دیتے وقت اس پر جھوٹے الزامات لگانے کا عادی نہ تھا۔ اس نے بھرے دربار میں اپنے عقائد کا کھلے بندوں اظہار ان الفاظ میں کر دیا تھا۔

یزید کا مذہبی عقیدہ:

امام حسینؑ اور ان کے رفقا کی شہادت کے بعد یزید ملعون نے بھرے دربار میں چھڑی سے سر حسینؑ کی بے ادبی کرتے ہوئے جو اشعار کہے وہ ملا مبین فرنگی محلی کی کتاب وسیلۃ النجات نیز نصائح الکافیہ اور صواعق محرقہ اور تاریخ احمدی میں موجود ہیں۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے ''کاش کہ آج میرے بدر کے دن قتل ہونے والے زندہ ہوتے تو وہ خوش ہو کر مجھے داد دیتے کہ کس طرح ہم نے بنی ہاشم کے بڑے سردار (امام حسینؑ) کو قتل کر کے بدر کے دن کا بدلہ لے لیا۔ اگر میں آل محمدؐ سے اسطرح بدلہ نہ لیتا تو عتبہ (یزید کا پرنانا جو جنگ بدر میں مولا علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا) کی نسل میں شمار نہ ہوتا ارے یہ تو بنی ہاشم نے حکومت کرنے کے لئے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ کیسا نبی اور کیسی وحی۔''

امام حسینؑ اور بیعت یزید:

بعض کوتاہ بین اور کم فہم لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امام حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے تو بنی ہاشم کو تباہی اور بربادی سے بچایا جا سکتا تھا جس نے چودہ سو سال سے مسلمانوں کو سوگوار بنا رکھا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ فرزند رسولؐ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ایک فاسق و فاجر شراب خور اور عیاش خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے دراصل فلسفہ اور سیرت

اہلبیتؑ کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ آل محمدؐ کا نظریہ بقول علامہ اقبالؒ یہ تھا:

ماسوئی اللہ مسلماں بندہ نیست
پیش فرعون و یزید سرافگندہ نیست

یعنی صحیح مسلمان اللہ کے سوا کسی کا بندہ اور غلام نہیں ہے۔ وہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی فرعون و یزید کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتا۔

یہ تو عام سے صحیح کلمہ گو کی صفت ہے چہ جائیکہ نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ۔ وہ تو خود مامور من اللہ، امام برحق، بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ یہ تو امام پاکؑ کا فرض منصبی تھا کہ وہ یزید ملعون کے نجس وجود سے جو مذہب اور تہذیب کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ تھا دنیا کو نجات دلائیں چنانچہ انہوں نے جس حسن خوبی سے اپنے مشن کو انجام دیا اس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں ہے۔ بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ:

کارے کہ حسینؑ اختیارے کر دی
در گلشنِ مصطفےٰؐ بہارے کر دی
از ہیچ پیغمبر نہ آیدایں کار
واللہ کہ حسینؑ اختیارے کر دی

ترجمہ: امام حسینؑ نے جو کام سرانجام دیا اس سے جناب مصطفےٰؐ کے خزاں رسیدہ گلشن میں بہار آ گئی۔ کسی بھی پیغمبر سے وہ کام نہ ہو سکا خدا کی قسم جسے امام حسینؑ نے شہادت عظمیٰ پیش کر کے سرانجام دیا۔

مقصدِ شہادتِ امام حسینؑ:

جب کفر عریاں ہو کر میدان میں آ گیا اور مسندِ خلافت سے اسلام کو کھلا چیلنج دینے لگا اس وقت نواسۂ رسولؐ نے اپنے لئے دو ہی راستے کھلے ہوئے پائے۔ ذلت کی زندگی یا عزت کی موت۔ انہوں نے آخری راستہ اختیار کیا۔ وہ گھر سے نکلے فوجیں لیکر نہیں بلکہ

اپنے اہل وعیال کے ساتھ۔ لڑنے کے لئے نہیں مرنے کے ارادے سے۔ ان کی منزل مقصود وہ دودھ اور شہد کا ملک نہ تھا جس کا حضرت موسیٰؑ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان کے سامنے موت اور تباہی، مسافرت کی زندگی، بربادی وتاراجی کے روح فرسا مناظر تھے جن کا خیال ہی انسان کا خاتمہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن خوف، حزن وملال ایسے الفاظ تھے جن کا امام حسینؑ کی ڈکشنری میں نام ونشان تک نہ تھا۔ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورۃ یونس آیت ۶۲) یعنی اللہ کے ولی سوائے خدائے بزرگ وبرتر کے کسی قسم کا خوف نہیں رکھتے۔

کربلا میں سازشیں بے نقاب (آشکار):

بقول جوشؔ ملیح آبادی

بعد پیغمبر ہوئی تھیں کسقدر سرگوشیاں کیا دبے پاؤں چلے تھے سازشوں کے کارواں

اب تک آل محمدؐ پر پوشیدہ طور پر ظلم ہورہے تھے۔ اب یزید نے کھلم کھلا امام پر چڑھائی کر دی۔ امام حسینؑ نے بھی کربلا کا لق ودق میدان پسند فرمایا۔ جہاں ایک طرف یزید کی کثیر فوج تھی تاریخوں میں کم از کم پینتیس (۳۵) ہزار کا لشکر لکھا ہے اور دوسری جانب ایک مختصر سا گروہ (بوڑھے جواں بچے سب ملا کر بہتر افراد) تاکہ پھر قاتل ومقتول میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔

امام حسنؑ کو زہر دینے والوں پر تاریخ پردہ ڈال رہی ہے۔ امام زین العابدینؑ اور ان کے سات فرزندوں کے قاتلوں کے متعلق بھی شبہات میں بڑی گنجائش ہے۔ لیکن حسینیؑ جنگ ایسے طریقے سے ہوئی کہ اسے چھپایا نہیں جاسکتا۔ اگر کربلا کا قتل عام مکہ یا مدینہ میں واقع ہوتا تو دنیا میں درجنوں مرزا حیرت دہلوی، محمود عباسی، حق نواز جھنگوی اور اعظم طارق پیدا ہوتے اور یزید کی نمک خواری کا حق ادا کر کے اس کو قتل حسینؑ کے الزام سے بری کر دیتے مگر اب یزیدیت لاکھ پردوں میں بھی چھپ نہیں سکتی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا ہوا تو ضرور ہے مگر اسے بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ دراصل انہیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بدکار اور ظالم اپنی برائی اور ظلم کو چھپاتا ہے۔ دریافت کرنے پر جھوٹ اور مکروفریب کا سہارا لیتا ہے۔ اس کی دلیل قرآن کریم میں سورۃ یوسفؑ کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے۔

جناب یعقوبؑ اپنے مادری یتیم بیٹے جناب یوسفؑ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ دوسرے دس بیٹوں نے حسد وبغض کی بنا پر اپنے بھائی یوسفؑ کو دھوکے سے کوئیں میں پھینک دیا اور اپنے اس ظلم پر پردہ ڈالنے کی خاطر اپنے باپ سے اصلیت کو چھپایا اور جھوٹ کا سہارا لیا۔ حضرت یعقوبؑ نے ان کے مکروفریب کو سمجھتے ہوئے ان سے منہ پھیر لیا اور حضرت یوسفؑ کے غم میں اسقدر گریہ کیا کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ مظلوم باپ اللہ کا پیارا نبی رورہا تھا اور ظالم بیٹے اسے منع کررہے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ظالم کبھی مظلوم کا ماتم نہیں ہونے دیتے۔

بالکل اسی طرح سانحہ کربلا میں قافلۂ حسینیؑ پر یزیدیوں نے بے پناہ مظالم کیے۔ بعدازاں حکومتی سطح پر اس کی پردہ پوشی پر لاکھ کوششیں کی گئیں اور کی جارہی ہیں مگر یزیدی مظالم چھپ نہیں رہے۔ جس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

شہدائے کربلا کی شہادت کے بعد یزیدی فوج نے فتح وظفر کی خوشی میں بیہودگی کی انتہا کر دی کیا کچھ نہیں کیا؟ شہدا کی لاشوں سے کپڑے اتار کر برہنہ کیا گیا۔ خیام اہلبیت میں گھس کر پاک مستورات کا سامان لوٹا ان کے سروں سے چادریں اور کانوں سے بالیاں نوچ لی گئیں، خیموں کو آگ لگائی گئی۔ شہدا کی لاشوں کو گھوڑوں کے سموں تلے روندا گیا۔

ان کے سروں کو نوک نیزہ پر چڑھایا گیا۔ اسیروں کے ساتھ بے حد سختی کی گئی۔ درباروں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ پھر دربار میں امام حسینؑ کے کٹے سر اور لب و دندان پر چھڑی سے ضربیں لگائی گئیں۔ یہ اور دیگر ایسے مظالم کا سلسلہ کربلا سے جو شروع ہوا وہ قید خانہ شام تک جاری رہا خود یزید ملعون اور عبداللہ ابن زیاد لعنتی نے ان میں حصہ لیا اور اپنے لئے دائمی ذلت و رسوائی کا سامان اکٹھا کر لیا۔

دوسری وجہ:

مقاتل کی تمام کتابوں میں سانحہ کربلا کے واقعات تقریباً ایک ہی طرح سے لکھے ہوئے ملتے ہیں کیونکہ اس واقعہ کے راوی خود اسیرانِ اہل بیتؑ عینی شاہد تھے جو کسی دوسرے راوی سے بہتر طور پر تفصیلات بیان کر سکتے تھے۔ انہوں نے پہلے عراق کے صدر مقام کوفہ میں، پھر شام کے صدر مقام دمشق میں، پھر حجاز کے صدر مقام مدینہ منورہ میں سانحہ کربلا کے بارے میں تفصیلاً گفتگو کی۔ سید سجاد امام زین العابدینؑ اور جناب زینبؑ و ام کلثومؑ دختران علیؑ نے کوفہ و شام اور مدینہ میں اس سانحہ کی اس طرح تصویر کشی کی کہ لوگوں پر اصل حقیقت اس طرح واضح و آشکار ہو گئی گویا وہ خود یوم عاشورہ سرزمین کربلا میں موجود تھے۔ کسی نے سچ کہا

حسینؑ تیرے لہو کی خوشبو فلک کے دامن سے آ رہی ہے
وہ خونِ ناحق چھپے گا کیونکر جسے یہ دنیا چھپا رہی ہے

سید الشہداء امام حسینؑ اور سانحہ کربلا

حسب و نسب: آپؑ کے آباؤ اجداد قبیلۂ قریش کے نامور خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ شجرہ نسب حضرت اسماعیلؑ اور جناب ابراہیمؑ سے جا ملتا ہے۔ آپ جناب علی المرتضیٰؑ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کے فرزند ارجمند اور امام حسن مجتبیٰؑ کے برادر اصغر تھے۔ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ آپ کی چھوٹی بہنیں تھیں۔ آپؑ پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ام المومنین جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کے نواسے تھے۔ آپ کے جد بزرگوار حضرت عمران جناب ابو طالبؑ اور جدہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ یوں امام حسینؑ حسب و نسب اور خاندانی شرف کے لحاظ سے منفرد اور یگانہ روزگار ہیں۔

ولادت باسعادت: چمنِ بتولؑ کے اس دوسرے پھول جان پنجتنؑ پاک کی ولادت باسعادت ۳ شعبان ۴ ہجری بروز جمعۃ المبارک مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جناب رسول خداؐ کی چچی ام فضل بنتِ حارث نے آنحضرتؐ کو خوشخبری سنائی۔

آپؐ نے اپنی چچی سے فرمایا: میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ عرض کی: حضور ابھی نومولود کو پاک و صاف کر کے لاتی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اری بی بی تو اسے کیا پاک کرے گی جسے اللہ نے پاک بتولؑ کے بطن سے طاہر و مطہر پیدا کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے نواسے کو گود میں لیکر سرو سینہ کے بوسے لیے کانوں میں اذان و اقامت کہی اور اپنی زبان اقدس نومولود کے منہ میں دے دی اور لعاب دہن سے سیر و سیراب کیا۔ یہ تھی وہ پہلی غذا جو شہزادہ گلگوں قبا کو نصیب ہوئی۔ حسینؑ یوں آغوش خاتون جنت میں پروان چڑھنے لگے۔ بقول استاد قمر جلالوی مرحوم:

طفل نوبصد شان لیے بیٹھی ہیں   باب اسلام کا عنوان لیے بیٹھی ہیں
سر جھکائے گویا تلاوت کے لیے   فاطمہؑ گود میں قرآن لیے بیٹھی ہیں

اسم گرامی: جناب رسالت مآبؐ نے نواسے کا اسم گرامی حضرت ہارونؑ کے چھوٹے بیٹے کے نام پر شبیر رکھا جس کے معنی حسینؑ کے ہوتے ہیں یہ نام دنیا میں اس سے پہلے کسی کا نہیں ہوا۔ آپؑ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ البتہ القابات بے شمار ہیں۔ مثلاً سید الشہداء، سبطِ اصغر، ذبیح نینوا، ابوالائمہ اور خامس آل عبا زیادہ مشہور ہیں۔ آپ شکل وصورت اور سیرت میں اپنے نانا رسول خداؐ سے بہت مشابہ تھے۔

شہادت کی پیشن گوئی: جس طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم محمد مصطفیٰؐ کی آمد کی خبر انبیائے ماسبق کی زبانی اور آسمانی کتابوں کے ذریعے مدتوں پہلے لوگوں تک پہنچا دی تھی اسی طرح امام حسینؑ کی شہادت کی پیشن گوئی خدا تعالیٰ نے واقعۂ کربلا کے وقوع سے بہت پہلے ظاہر فرما دی تھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ اور جناب علی المرتضیٰؑ نے اپنی عینِ حیات ہی میں متعدد مواقع پر اس کا اظہار فرما دیا تھا۔

کتبِ احادیث میں زوجۂ عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ اپنے بیٹے حسینؑ کو اپنی گود میں لیے پیار کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ حضور اکرمؐ کی آنکھوں میں آنسو بھی جاری ہیں۔ میں نے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا: ابھی ابھی جبرئیلؑ آئے تھے اور یہ پیغام خدا مجھے سنایا ہے کہ میرا یہ فرزند حسینؑ میری امت کے ظالم لوگوں کے ہاتھوں بے جرم وخطا تین دن کا بھوکا پیاسا سرزمین عراق میں ظلم وجور سے شہید کر دیا جائے گا۔ بطور نشانی مجھے اس کی قتل گاہ کی مٹی بھی دی ہے۔

ملا جامی اپنی کتاب شواہد النبوۃ میں رقم طراز ہیں کہ ام المومنین حضرت ام سلمٰیؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھے ایک شیشی دی اور فرمایا: اس میں قتل گاہ حسینؑ کی مٹی ہے۔ اسے محفوظ رکھنا اور دیکھتے رہنا جس روز یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لینا اس دن میرا فرزند حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔ بی بی کا بیان ہے مدینہ سے ہجرت کے بعد سے ہمیں امام

حسینؑ کے سفر اور دربدری کے بارے میں بڑی تشویش رہتی تھی۔ میں نے ایک روز آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے سر میں خاک پڑی ہوئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھی اور جلدی سے شیشی میں رکھی ہوئی مٹی کو دیکھا جو خون میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ بروز عاشورہ امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے ام المومنین ام سلمٰیؓ کی زبانی لوگوں کو معلوم ہوئی جس پر تمام بنی ہاشم میں خصوصاً اور اہل مدینہ میں عموماً صف ماتم بچھ گئی اور لوگ نالہ وفریاد اور گریہ وزاری کرنے لگے۔

روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے جب جبرئیل امینؑ نے رسول خداؐ کو شہادت حسینؑ کی خبر غم سنائی تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ یہ بات جان کر حضرت علیؑ بھی رونے لگے ان حضرات کو روتے دیکھا تو بی بی فاطمہؑ نے گھبرا کر اپنے باباؐ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: بیٹی ابھی ابھی جبرائیلؑ نے میرے لخت جگر حسینؑ کی بے جرم وخطا شہادت اور سانحہ کربلا کی دردناک کہانی سنائی ہے۔

جناب سیدہؑ نے روتے ہوئے بے چینی کے عالم میں اپنے مشفق باباؐ سے پوچھا جب یہ ہولناک سانحہ ہوگا اس وقت آپ موجود ہوں گے؟

فرمایا: بیٹی اس وقت نہ میں ہونگا نہ علیؑ ہونے نہ اس کا بھائی حسنؑ ہوگا نہ تم ہوگی۔

ماں کی ممتا دلی جذبات زبان پر آگئے رو کر عرض کی: باباؐ جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو میرے مظلوم وبیکس بیٹے پر روئیگا کون اور اس کی صف ماتم کون بچھائے گا۔

اس وقت آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا بیٹی گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے افراد پیدا کرتا رہے گا جن کے مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے تیرے لخت جگر حسینؑ اور اس کے ساتھیوں پر تاقیامت نوحہ وماتم کرتے رہیں گے۔ کیا قول پیغمبر بھی غلط ہو سکتا ہے۔ چودہ سو سال ہو گئے عزاداریٔ حسینؑ کا دنیا بھر میں سلسلہ جاری وساری ہے اور روز افزوں ترقی پر گامزن ہے۔

فرزندِ رسولؐ ابراہیمؑ کا فدا ہونا: معتبر روایات میں آیا ہے کہ ایک روز جناب رسول خداؐ صحن مسجد میں اپنے دونوں شہزادوں حسینؑ اور ابراہیمؑ سے پیار فرما رہے تھے اس دوران جبرائیلؑ پیام الٰہی لیکر حاضر خدمت ہوئے اور کہا: میرے حبیب سے کہہ دو ان دونوں بچوں میں سے ایک کو رکھ لو۔ آنحضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کر دیا چنانچہ یہ بچہ تیسرے روز آپ کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

شہزادہ حسینؑ کی پرورش و پرداخت: شہزادگان حسنینؑ شریفین کی پرورش و تربیت ایسی نابغہ روزگار منفرد و معصوم ہستیوں کے زیر سایہ ہوئی جنہیں خدائے بزرگ و برتر نے اپنی پوری کائنات میں سے چن کر برگزیدہ کر لیا تھا چنانچہ یہ عطائے خداوندی اور باکمال و بے مثال مقدس ہستیوں کی تعلیم و تربیت ہی کا کرشمہ تھا جو امام حسنؑ اور امام حسینؑ اپنے نامور آباواجداد کے ارفع و اعلیٰ و اقدار کے حامل و مظہر قرار پائے۔ ذوات نبیؐ و علیؑ اگر شجرۂ نور ہیں تو حسنینؑ شریفین اس کے گل و ثمر ہوئے۔ ماں فاطمۃ الزہراؑ اگر زنان عالم کی سردار اور خاتون جنت ہیں تو بیٹے بھی سید شباب اہل الجنۃ بہشت کے نوجوانوں کے سید و سردار ہوئے۔ تخم کی تاثیر بہر حال اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

سیرت فرزندہا از امہارت
جوہر صدق و صفا از امہارت

یعنی جیسی مائیں ویسے بچے، اولاد میں سیرت و کردار کی بلندی اور اعلیٰ اوصاف و صفات کی موجودگی کوکھ اور تعلیم و تربیت ہی کا ماحصل ہوتی ہے۔ کسی نے سچ ہی تو کہا ہے۔ "ماں پر پوت پتا پر گھوڑا نہیں تو تھوڑا تھوڑا" اس زمین میں تاریخی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ اماں حواؑ ہوں کہ جناب حاجرہؑ، حضرت آسیہؑ ہوں کہ بی بی مریمؑ، جناب فاطمۃ الزہراؑ ہوں کہ سیدہ زینبؑ، ان سب مخدرات عصمت و طہارت نے اس دنیا میں کس قدر کارہائے نمایاں انجام دئے اور کیسے کیسے گلہائے سرسبد پروان چڑھائے ہیں کہ جن کی خوشبو سے چمنستان انسانیت مہک رہا ہے۔ جیسی مائیں ویسے بچے۔ بیوی ہونا اتنا شرف نہیں جتنا ماں

ہونا شرف ہے۔ ایک وہ بدکردار ماں بھی تھی جس نے میدانِ احد میں دف بجا بجا کر بلند آواز سے اپنے عاشقوں کو رسول خداؐ کے خلاف بھڑکایا تھا اور عمِ رسولؐ جناب امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکلوا کر چبایا تھا اور ہندہ جگر خوارہ کا لقب پایا تھا۔ ظاہر ہے ایسی آغوشِ بد میں تربیت پانیوالی اولاد بدترین خلائق ہی ہوگی۔ بعد میں پیش آمدہ واقعات نے ثابت کر دیا کہ بالکل ہوئی۔

مادرِ حسینؑ سیدۃ النسا العالمین: دوسری جانب بھی دیکھیں وہ مقدس و معصوم خاتون بھی ہے جس نے اپنی مادر گرامی ملکہ صبر و رضا، حامل صدق و صفا سیدۃ النساء، محسنۂ اسلام جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی مقدس آغوش میں تعلیم و تربیت پائی۔ یہ پاکیزہ ماں ہی کی سیرت و کردار کا اثر تھا کہ شہزادیٔ عالم سیدہ فاطمۃ الزہراؑ نے بچپن ہی سے مادری یتیمی کے باوجود اپنے والد محترم جناب رسول خداؐ کو ایسی بے مثل و بیمثال الفت و محبت دی اور ایسی خدمت واطاعت کی کہ اہل مکہ پکار اٹھے۔ "الفاطمة ام ابیها" یعنی فاطمہؑ اپنے باپ کی ماں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی لخت جگر فاطمہؑ کی تعظیم و تکریم کے لئے مسند چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ سر کے بوسے لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

صحیح بخاری میں یہ روایت درج ہے کہ ایک روز مشرکین مکہ ابوجہل وغیرہ نے عین بیت اللہ (خانہ کعبہ) میں جب آنحضرتؐ نماز میں مشغول تھے تو آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں ڈال دیں۔ شہزادی فاطمہؑ کو خبر ہوئی تو فوراً آ کر جسم اقدس سے اوجھڑی اور آلائش کو ہٹایا۔ رسولؐ دو جہاں کی حالت زار پر آنسو بہائے، انہیں تسلیاں دیں اور گھر لیجا کر اپنے بابا کے لباس اور جسم کو پاک و صاف کیا اور ظالموں کو بددعائیں دیں۔ یہ والدین کی تعلیم و تربیت اور فیضان کرم ہی کا نتیجہ تھا کہ فاطمہؑ سیدۃ النساء العالمین کے درجۂ عالیہ پر فائز ہوئیں۔ رسول اللہؐ اکثر فرماتے "الفاطمة بضعة منی" یعنی فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ اگر میں کل ہوں تو یہ میرا جزو ہے۔ یوں مادر حسنینؑ تا قیامت زنانِ عالم کے لئے اسوۂ حسنہ کی مصداق ٹھہریں۔

شانِ بتولؑ: حضرات محترم! مردوں میں تو ہمیشہ ریفارمر اور مصلح (قائد) پیدا ہوتے

رہے ہیں جن کا اسوۂ حسنہ ان کے لئے قابل تقلید رہا۔ لیکن صنفِ نازک (مستورات) کو مدت سے ایک ہم جنس ریفامر (مصلح) کی ضرورت تھی جس کو دختر رسولؐ سیدۃ النسا العالمین نے پورا کر دیا۔ انہوں نے دنیا کی عورتوں کو عملاً بتایا کہ ان کے فرائض کیا ہیں اور کس طرح احسن طریقے سے انہیں انجام دیا جاسکتا ہے۔

نو سال کی عمر میں شادی ہوئی، ۱۸ سال کی عمر میں وفات پائی مگر امور خانہ داری، والدین کی خدمت، اطاعت شوہر اور تربیت اولاد کے زبردست نمونے اس قلیل مدت میں انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کر دیئے۔ آج عورت ذات ان پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔ فاطمہؑ کی گود کے تربیت یافتہ بچے اسلام کے نجات دہندہ بنے، ان کی آغوشِ عصمت میں پلی ہوئی بچیوں نے مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کی ساری اولاد نے مل کر اسلام کو مٹنے سے بچا لیا۔ فاطمۃ الزہراؑ کی حسن تربیت کا بیان کربلا سے پوچھئے۔ کوفہ اور شام کے قید خانوں سے دریافت کیجئے۔ اسلام کی تبلیغ و ترقی اور دین کی بقا فاطمہؑ اور ان کی اولاد کی مرہون منت ہے۔ قصرِ اسلام کی بنیادیں بنی فاطمہؑ کے خون سے مضبوط ہوئی ہیں۔

نکتہ: قارئین کرام پوری کائنات میں از ازل تا ابد آپ کو کوئی ایسی ہستی نہیں ملے گی جس نے اتنی قلیل (۱۸ سالہ) زندگی میں وہ عزت عظمت، شہرت اور فضیلت پائی ہو جتنی نور چشم رحمت اللعالمینؐ سیدۃ النسا العالمینؑ خاتون جنت جناب فاطمۃ الزہراؑ کو نصیب ہوئی ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نذرانہ عقیدت: شاعر مشرق علامہ اقبالؒ شانِ بتولؑ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

مریمؑ از یک نسبتِ عیسیٰؑ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز
نور چشم رحمت اللعالمینؐ
آں امام اولین و آخرین

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق
بانوئے آں تاجدارِ ھل اتیٰ
مرتضیٰ مشکلکشا شیرِ خدا
بادشاہ و کلبۂ ایوان او
یک حسام و یک زرہ سامان او
آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؑ
سرو آزادِ دبستان رسولؐ
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گرداں ولب قرآں سرا
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
بایہودے چادرِ خودرا فروخت
نالہ ہائے او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بہ دامانِ نماز
نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضائش در رضائے شوہرش
مزرعۂ تسلیم را حاصل بتولؑ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ

خلاصۂ کلام: حضرت بی بی مریمؑ کو اس نسبت سے بہت بڑی فضیلت وعظمت حاصل ہے کہ وہ اولی العزم نبی جناب عیسیٰؑ کی والدہ ہیں، جناب فاطمۃ الزہراؑ کو بی بی مریمؑ پر اس لئے فضیلت ہے کہ انہیں ایسی تین گنا نسبتیں حاصل ہیں۔

(۱) وہ سید المرسلین رحمت اللعالمینؐ پیشوائے اولین و آخرین کی نور چشم اور لخت جگر

ہیں۔

(۲)ان کی مادر گرامی جناب خدیجۃ الکبریٰ ایمان وعشق کے دائرے کا مرکزی نقطہ اور جاں نثاران اسلام کے کاروان کی قائد ہیں۔

(۳)فاطمہ زہراؑ کا شوہر نامدار وہ ہے جس کی شان میں سورۃ ہل اتی (دہر) نازل ہوا۔ جناب علیؑ اللہ کے برگزیدہ۔ کائنات کے مشکل کشا اور اللہ کے شیر (اسداللہ) ہیں۔

(۴)جناب فاطمہ بتولؑ کے صاحبزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ عاشقان دین کے رہبر و پیشوا اور چمن رسولؐ کے آزاد و سربلند منارۂ نور ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؑ از خود ادب و اخلاص اور صبر و رضا کے گہوارے میں پرورش پانیوالی شہزادی اپنے ہاتھوں سے چکی چلاتے وقت بھی تلاوت قرآن میں مصروف رہتی تھی۔ گھر میں تنگدستی اور فاقوں کے باوجود ملکۂ جود وسخا کی سخی بیٹی نے اپنے در سے کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ اگر گھر میں کچھ نہ ملا تو محتاج کی خاطر اپنے سر کی چادر تک شمعون یہودی کے ہاتھ فروخت کر کے سائل کی جھولی بھر دی۔ وہ ہر قسم کی آسائش و آرام سے بے نیاز مصلائے عبادت پر آنسو بہاتی۔ اگر چہ فرشتے اور جنات بی بی کے خادم تھے مگر وہ اپنے باباؐ اور شوہر نامدار کی رضا پر راضی رہی۔ جناب فاطمہؑ کی ہستی تسلیم ورضا کی کھیتی کا بار آور ثمرہ ہے اور ماؤں کے لئے ذات بتولؑ کامل واکمل نمونہ ہے۔

جیسی برگزیدہ ملکۂ صبر ورضا ماں ویسے ہی سخی وغیور صاحبان صدق وصفا دین وایمان کے پیشوا بے مثل و بے مثال بیٹے جنہوں نے دینِ حق، آزادیٔ نفس اور اصلاح امت کی خاطر خاک وخوں میں نہا کر لاالٰہ الا اللہ کی بنیادوں کو تا قیامت مضبوط و مستحکم کر دیا اور ابد تک کے لئے اپنا اور اپنے خاندان کا نام روشن کر دیا۔

میر تقی میرؔ نے کیا خوب کہا ہے:

شیخ پڑے محراب حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے رہیں
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں

مسلمانوں کی اکثریت شروع ہی سے خلفائے ماسبق کی ظاہری شان وشوکت اقتدار، وغلبہ، دکھاوے کے زہد وتقویٰ پر منفرد ناز کرتی آئی ہے مگر انہوں نے راہ حق میں ان کے ایمان وکردار اور جانثاری پر کبھی نظر غائر نہیں ڈالی۔ میر تقی میرؔ نے خوب ان کے ایمان و کردار پر تنقید کی ہے۔

بروزِ عید جنت کا لباس: عید کے موقع پر حسنین شریفینؑ نے اپنی مادر گرامی سے نئے لباس کی فرمائش کی۔ جناب سیدہؑ نے بچوں سے وعدہ کر لیا، گھر میں کچھ نہیں تھا کنیزِ خدا نے بارگاہ رب العزت میں استدعا کی۔ دعا مستجاب ہوئی۔ علی الصبح دق الباب ہوا دیکھا دروازے پر رضوان جنت شہزادوں کا لباس لیے حاضر ہوگیا۔ ماں نے شہزادوں کو جنتی لباس پہنائے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ یہ شرف بس اسی گھرانے کو ہے جن کے ملائکہ بھی خادم ہیں۔

معراج حسینؑ :۔ پرورش کنندگان رسولؐ کی معراج

منازل ومقاماتِ معراج:

سید المرسلینؑ سرکار ختمی مرتبت کو معراج ملی عرش بریں پر جہاں سید الملائکہ روح الامین (جبرئیل) علیہ السلام کا بھی گزرنا ممکن تھا۔ جناب علی المرتضیٰؑ کو معراج ملی دوش رسولؐ پر خانہ کعبہ میں بت شکنی کے دن جب آنحضرتؐ نے مولا علیؑ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر طاقوں میں رکھے ہوئے بڑے اصنام لات ومنات وھبل کو نیچے گرا کر توڑنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا: یاعلیؑ تو کارِ حق ے کنی من بارِ حق میکشم۔ یعنی اے علیؑ تو حق کا کام انجام دے رہا ہے اور میں حق کا بوجھ اٹھائے ہوا ہوں۔ کسی شاعر نے کیا خوب مصرعہ کہا:

یاعلیؑ معراج تو بالاتر شدز معراج نبی یک قامت پیغمبری

اے علیؑ تیری معراج آنحضرتؐ کی معراج سے اسقدر بلند رہی جتنا رسول اللہ کا قد مبارک تھا کیونکہ آپ آنحضرتؐ کے کندھوں پر کھڑے تھے۔

حسنینؑ شریفین کی معراج:

بروزِ عید دونوں شہزادوں حسنؑ وحسینؑ نے اپنے مشفق ناناؐ سے فرمائش کی کہ سب بچے عید گاہ میں اپنی اپنی سواریوں پر آئیں گے ہمارے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے دونوں شہزادوں کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور مہار کی جگہ اپنی زلفیں ان کے ہاتھوں میں تھما دیں۔

آپؐ کے صحابہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا: نعم المرکب یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول سواری کتنی اچھی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: سوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے کہا

بہرآں شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

یعنی امت کے لجپال شہزادے کو اونٹ کے بدلے سواری کے لئے خاتم المرسلین کے دوش مبارک نصیب ہوئے۔ قسمت اپنی اپنی مقدر اپنا اپنا۔

محبتِ حسینؑ: کتب احادیث میں روایت ہے کہ ایک دن رسول کریمؐ محلے کی گلی میں سے گزر رہے تھے۔ انہیں جناب سیدہؑ کے گھر سے حسینؑ کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپؐ فوراً داخلِ خانہ ہوئے فرمایا: بیٹی تمہیں اندازہ نہیں کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ کی خوشنودی ان کی اہلبیتؑ سے محبت میں ہے۔

حسینؑ پشتِ رسولؐ پر: خداوندِ عالم نے آل محمدؐ کو جو عزّ وشرف اور فضیلت عطا فرمائی اس کی مثال نہیں۔ اللہ پاک نے ان سے محبت کو واجب اور ان کے ذکر کو عبادت قرار دیا ہے۔ کتب فریقین میں درج ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے آپؐ سجدے میں تھے کہ شہزادہ حسینؑ آپ کی پشتِ اقدس پر سوار ہوگئے آپؐ نے سجدہ طویل کر دیا۔ بعد نماز صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول کیا دوران سجدہ وحی کا نزول شروع ہو گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ میرا فرزند حسینؑ میری پشت پر آ گیا تھا، میں نے گوارا نہ کیا کہ بچہ نیچے گرے اور چوٹ لگ جائے۔ صحابہ سے فرمایا: دیکھو میرے یہ دونوں فرزند حسنؑ وحسینؑ میرے چمن کے دو پھول ہیں اور میرا رحمت کے دو ٹکڑے ہیں۔ میری اللہ سے دعا ہے یا اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے تو اسے محبوب رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی کر۔ فرمایا: دنیا والو میری خوشنودی ان کی محبت میں مضمر ہے۔ حسین منی وانا من الحسین۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

فضائل و مناقب حسینؑ: بحار الانوار میں رسول اللہ کی مشہور حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شب معراج دروازۂ جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ و علی ولی اللہ و الفاطمة امة اللہ والحسن و الحسین صفوة اللہ ومن ابغضهم لعنت اللہ۔

یعنی اللہ واحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور علیؑ اللہ کے ولی ہیں جناب فاطمہؑ اللہ کی کنیز ہیں۔ امام حسنؑ و حسینؑ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ جو ان حضرات سے بغض و عداوت رکھے اس پر اللہ کی لعنت ہے (ارجح المطالب)۔ آپؑ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ ظاہر ہے حسب و نسب عز و شرف فضل و کمال، علم و عمل، جود و سخا، زہد و تقویٰ، صبر و رضا، شجاعت اور جوانمردی جیسے پاکیزہ اوصاف کی اس منزلِ کمال پر حسینؑ ابن علیؑ فائز المرام ہیں بھلا کس میں مجال ہے جو ان کی گردِ راہ کو بھی چھو سکے۔ بقول مرزا غالبؔ مرحوم:

بہت ہے پایۂ گردِ رہِ حسینؑ بلند
بقدرِ فہم ہے گر کیمیا کہیں اُس کو

فروغِ جوہرِ ایماں حسینؑ ابن علیؑ
کہ شمعِ انجمنِ کبریا کہیں اُس کو

کفیلِ بخششِ امت ہے بن نہیں پڑتی
اگر نہ شافعِ روزِ جزا کہیں اُس کو

مسیح جس سے کرے اخذِ فیضِ جان بخشی
ستم ہے کشتۂ تیغِ جفا کہیں اُس کو

رسولؐ کا جو ہو دشمن وہ تو کافر ہے
علیؑ سے جو لڑے بتلاؤ کیا کہیں اُس کو

یہ کیسا اجتہاد ہے کہ اک دشمنِ دیں
یہ علیؑ سے آ کے لڑے اور خطا کہیں اس کو

یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
بُرا نہ مانئے گا گر بُرا کہیں اُس کو

روزِ ازل ہی سے مقصودِ خداوندی تھا کہ حسینؑ کو سرداریٔ جنت سے سرفراز کیا جائے چنانچہ قدرت نے ان کی تعلیم و تربیت، پرورش و پرداخت کا ایسا منفرد و مکمل اہتمام کیا کہ کُل کائنات میں کسی فرد بشر کو ایسی آغوشِ تعلیم و تربیت نصیب ہی نہیں ہوئی۔ باپ ہے تو سید الاوصیا، نفسِ رسولؐ، مولائے کائنات، امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ، ماں ہے تو خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؑ بتول، عذرا، سیدۃ النساء العالمین۔ نانا ہے تو سید الانبیا و المرسلین حضرت محمد مصطفےٰؐ۔ بھائی ہے تو جناب حسنؑ مجتبیٰ جوانانِ جنت کا سردار، امام المسلمین۔ بیٹا ہے تو سید الساجدین زین العابدینؑ یہ وہ پاک و پاکیزہ ارفع و اعلیٰ گھرانا ہے جس پر اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام مومنین ہر آن درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد:

امام حسینؑ گرداب مصائب میں: حدیثِ ثقلین۔ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے رسول کریمؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر (قیمتی) چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسرے اپنی عترت اہلبیتؑ جب تک تم ان دونوں کے دامن سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ قرآن اور اہلبیتؑ کبھی آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ آنحضرتؐ اپنی ساری زندگی فضائل و مناقب اہلبیتؑ سے لوگوں کو آگاہ فرماتے رہے تا کہ آپؐ کے بعد لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ آپؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں کی اکثریت نے حکمِ خدا اور فرمانِ رسولؐ کو پس پشت ڈال دیا۔ اُدھر رسول خداؐ نے آنکھیں بند کیں اِدھر تخت و تاج اور مال و زر کے لالچ میں بڑے بڑوں کے ایمان رخصت ہو گئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حصولِ اقتدار کی خاطر تجہیز و تکفینِ رسول اللہؐ کو بھی ضروری نہ سمجھا گیا۔ شیخ سعدیؒ نے سچ فرمایا۔

اہل دنیا کارِ دنیا ساختند
مصطفےٰ را بے کفن انداختند

جنابِ سرورِ کائنات کے انتقال پُر ملال کے بعد اہلبیت رسولؐ پر مصائب و آلام کا سلسلہ جو شروع ہوا وہ پچاس سال کے قلیل عرصے میں سانحہ کربلا کی صورت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ میدانِ کربلا میں پنجتن پاکؑ کی نمائندگی نواسۂ رسولؐ و جگر گوشہ علیؑ و بتولؑ حضرت امام حسینؑ کر رہے تھے۔ دوسری جانب طاغوتی طاقت کی نمائندگی حاکم شام یزید ملعون کے ہاتھ میں تھی۔ بقول علامہ اقبالؒ

موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

یعنی حق کے نمائندوں جناب موسیٰؑ و حسینؑ نے باطل کے نمائندوں فرعون و یزید سے نبرد آزما ہو کر دین الٰہی کو حیات نو بخشی۔ فرعونِ وقت یزید پلید نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی جس کے بے پناہ مظالم سے اہلبیت محمدؐ کے نوجوان، بوڑھے حتیٰ کہ چھ ماہ کے شیر خوار بچے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ صرف یہی نہیں مخدرات عصمت و طہارت رسولؐ زادیوں کو بھی اسیر کر کے کوفہ و شام کے بازاروں اور شرابیوں کے درباروں میں پھرایا گیا۔

گو دِ زہراؑ کے پلے یوں تیر کے قابل نہ تھے
عابدؑ بیمار تو زنجیر کے قابل نہ تھے

امام حسینؑ سے یزید کا مطالبۂ بیعت: معاویہ نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے اکثر لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی۔ ٦٠ ہجری ماہ رجب میں معاویہ کے انتقال کے بعد یزید تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ بن ابوسفیان کو حکم دیا کہ حسینؑ ابن علیؑ سے میری بیعت لے لو اگر انکار کرے تو اسے قتل کر دو، ولید نے امامؑ کو اپنے ٢٧ رجب ٦٠ ہجری کو اپنے دارالامارہ میں طلب کیا۔ تشویشناک صورت حال کے پیش نظر بغرض حفاظت آپ کے اعزہ فرزندانِ علیؑ و جعفرؓ و عقیلؓ آپ کے

ہمراہ ہوئے۔ امامؑ نے انہیں دارالامارہ کے دروازہ پر رکنے کو کہا اور فرمایا: اگر میری آواز ذرا بلند سننا تو بے شک اندر چلے آنا ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ آپؑ محل کے اندر تشریف لے گئے۔ گورنر نے احترام سے بٹھایا اور یزید کی بیعت کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا۔ آپؑ نے فرمایا: اس بارے میں قطعی فیصلہ سے کل یا پرسوں آگاہ کر دیں گے۔

آپؑ اٹھنے لگے تو گورنر ولید کے مشیر خاص مروان بن حکم نے ولید سے کہا کہ حسینؑ سے اسی وقت بیعت لے لو انکار پر قتل کر دو ورنہ پھر ایسا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ امامؑ نے غصے سے فرمایا: او ابن زرقا فاحشہ عورت کے بیٹے تیری یہ جرأت؟ آپ کی بلند آواز سن کر جناب عباسؑ و علی اکبرؑ و دیگر ہاشمی جوان دارالامارہ کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے امام نے آگے بڑھ کر انہیں روکا۔ ولید نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ امام واپس اپنے بیت الشرف میں تشریف لے آئے۔ اگلے روز بازار میں اچانک مروان سے آمنا سامنا ہو گیا اس نے کہا: ابوعبداللہ میں آپ کو ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں اس میں آپ کے دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔ ورنہ آپ کا دین اور دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ امامؑ نے سن کر فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون (یہ فقرہ کسی مصیبت کے وقت پر پڑھا جاتا ہے)۔ آپؑ نے فرمایا: ایسے اسلام کو جس کا رہبر یزید ہو ہمارا دور سے سلام ہے۔ آپؑ نے کہا: میں نے اپنے نانا خاتم الانبیاءؐ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے خلافت آلِ ابوسفیان پر حرام ہے، ان کی طینت میں بدی اور سرشت میں کجی ہے۔

روضۂ رسولؐ پر حاضری اور مدینہ سے ہجرت: وہ رات جس کی صبح کو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند جانب مکہ ہجرت کرنیوالا تھا وہ قیامت کی رات تھی۔ حسینؑ رسولؐ کے مزار اقدس سے لپٹے ہوئے رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ اے سرور کائنات میرے مشفق نانا آپ کا امن پسند نواسہ آج وطن سے نکالا جا رہا ہے۔ اس کو قتل کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ پیارے ناناؐ آپ کو خبر ہے کہ میں دنیاوی سلطنت کا خواہاں نہیں۔ میں آپ کے مزار پر رہ کر دین و مذہب کی خدمت کرنا ہی باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ ناناؐ

آج میں سخت مصیبت میں گرفتار ہوں مجھے وطن سے نکالا جا رہا ہے۔ یا رسول اللہؐ میں کہاں جاؤں آہ! اس بھرے کنبہ کو کس کے حوالے کروں میرے سوا کون ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ رات کا وقت تھا حسینؑ پر نیند کا غلبہ ہوا خواب میں اپنے پیارے ناناؐ کو دیکھا وہ فرما رہے تھے۔

اے جان پنجتنؑ اے میری مظلوم دختر کی نشانی تیرے مصائب نے مجھے تو کیا اولین و آخرین سب کو رلا دیا۔ بیٹا صبر کرو اسلام اور امت کی خاطر صحرا نوردی بھی کرنی پڑے تو بخوشی اختیار کرنا۔ پیارے فرزند تیری مصیبتیں قیام اسلام کا باعث ہوں گی، تقدم یا ولدی لو میرا آخری سلام۔

حسینؑ خواب سے بیدار ہوئے۔ رات کا سناٹا تھا ایک مرتبہ پھر اپنے ناناؐ کی قبر پر حسرت بھری نگاہ ڈالی الوداعی سلام کیا اور جنت البقیع کی جانب قدم اٹھایا۔ اپنی دکھیاری ماں کی قبر پر آئے اور رو کر فرمایا: اے تاجدار مدینہؐ کی دختر، اے مظلوم ماں اپنے فرزند کا آخری سلام لیجیے، کون جانتا ہے پھر آپ کی قبر پر آنا نصیب ہوگا یا نہیں۔ اماں جان جس فرزند کو آپ نے چکی پیس پیس کر پالا تھا، جس کی ذرا سی تکلیف پر آپ پریشان ہو جاتی تھیں آج وہ گھر سے نکالا جا رہا ہے۔ وہ تنہا عازم سفر نہیں ہے آپ کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اماں کل آپ کا گھر سنسان ہو جائے گا۔ مدینہ کی رونق جاتی رہے گی۔ حیرت و یاس سے ماں کی قبر پر ایک نظر ڈالی پھر اپنے بھائی امام حسنؑ کے مزار پر آئے اور فرمایا: "اے میرے مظلوم و مسموم بھائی، آپ سے جدائی کا وقت آن پہنچا۔ ہم کسی جنگل بیابان میں ڈیرہ ڈالیں گے آپ کو مدینہ مبارک ہو۔ حاکم وقت یزید ہماری جان کے درپے ہو گیا ہے۔ آبائی وطن سے سوائے ہجرت کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہا کمینہ دشمن درپئے آزاد ہے۔

جنت البقیع سے حسینؑ لوٹ کر گھر تشریف لائے اور سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ نہ خیال کرنا کہ فاتح خیبر کا فرزند موت سے ڈرتا تھا۔ مصائب کے برداشت کرنے سے

گھبراتا تھا۔ نہیں وہ اپنے بزرگوں کو بتا رہا تھا کہ اب مدینہ میرے لیے دار الامان نہیں رہا۔ یزید قتل کے فرمان جاری کر چکا ہے اگر مدینہ میں رہونگا تو ضرور قتل کر دیا جاؤں گا اور حرم رسولؐ کی حرمت برباد ہوگی امام حسینؑ نے اعلیٰ درجہ کے تدبر سے کام لیا اور خطرے کے مقام کو خالی کرنے کی ٹھان لی۔

اپنے بھائی محمد حنیفہؓ کے نام وصیت نامہ: آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنیفہؓ کے نام ایک وصیت نامہ لکھا: "میں حسینؑ ابن علیؑ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں، جنت دوزخ برحق ہے۔ قیامت آنے والی ہے، اس روز اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے زندہ کرے گا اور سب کا حساب کتاب ہوگا۔ میرا قیام، میری تحریک خواہشات نفسانی پر مبنی نہیں بلکہ محض فی سبیل اللہ اپنے جدؐ کی امت کی اصلاح کے لئے ہے (انما خرجت لطلب الاصلاح فی امت جدی محمد رسول اللہ) تاکہ امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آگاہ کروں اور اپنے نانا خاتم الانبیاءؐ (اور والد بزرگوار علیؑ ابن ابی طالب) کے نقش قدم پر چلوں۔

مدینۃ الرسولؐ سے ہجرت: ۲۸ رجب ۶۰ ہجری آپؑ مع اپنے اہل و عیال عزیز و اقارب مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے شہر امن مکہ مکرمہ کی جانب جانے پر مجبور ہوئے۔ اپنی آٹھ سالہ بیمار بیٹی فاطمہ صغریٰ کو بحالت مجبوری اپنی نانی اماں ام المومنین جناب ام سلمیٰؓ اور ماں ام البنینؑ کے سپرد کیا۔ خواہر امامؑ بی بی زینب عالیہ نے اپنے باپ دادا کی اولاد کے انتالیس (۳۹) ویران گھروں کی چابیاں جب اپنی نانی اماںؓ اور بیمار صغریٰؑ کے حوالے کیں اور نواسۂ رسولؐ نے بنی ہاشم کے اجڑے گھروں اور غمگین مکینوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا تو صابر امامؑ دل تھام کر رہ گئے۔ اہلبیتؑ رسول کی مدینہ سے ہجرت کے وقت بڑا دلخراش اور رقت آمیز منظر تھا، ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا۔ آج نواسۂ رسولؐ دنیا میں سب سے زیادہ پریشان و غمگین تھے۔

شہر مکہ میں قیام: حسینی قافلہ ۳ شعبان کو مکہ میں داخل ہوا۔ مکہ معظمہ وہ مقام ہے

جہاں مچھر بھی تک مارنے کی بھی اجازت نہیں ہے (ومن دخلہ کان آمنا۔ القرآن) جو اس میں داخل ہوگیا وہ امن میں آ گیا۔ آپ مقام امن میں قیام پذیر ہو گئے۔

دیکھو امام حسینؑ نے حتیٰ المقدور خطرات سے بچنے کی کوشش کی مگر حالات بڑے بھیانک تھے۔ مکہ بھی امام کے لئے دارالامان نہ رہا۔ یزید ملعون نے سینکڑوں شامیوں کو حاجیوں کے لباس میں حسینؑ کے قتل پر مامور کر دیا۔ اب اگر امام مکہ میں رہتے تو ضرور خونریزی ہوتی، حرمتِ کعبہ برباد ہوتی اس لئے آپ نے حج سے دو دن پہلے حج کو عمرے میں تبدیل کیا اور مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

اہلِ کوفہ کی دعوت: مکہ میں قیام امن کے زمانہ میں کوفہ والوں کے ایک دو نہیں سینکڑوں خطوط اور متعدد وفود امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوفہ آنے کی دعوت دی۔ آپؑ کوفہ والوں کے مزاج سے واقف تھے اس لئے مطلق اعتنا نہ کی۔ آخری خط میں اہل کوفہ نے لکھا "اے حسینؑ آنا ہو تو آئیں ورنہ بروز قیامت ہم آپ کے ناناؐ سے شکایت کریں گے کہ ہم نے امامِ وقت کو دعوت دی اور بیعت کی یقین دہانی کرائی لیکن وہ جان چھپائے مکہ میں بیٹھے رہے۔ وہ فرض امامت کی ادائیگی اور اعلائے کلمۃ الحق سے باز رہے۔

ظاہری حالات کے پیش نظر اب امام حسینؑ کے پاس کوئی عذر نہ تھا۔ پھر بھی تدبیر سے کام لیتے ہوئے اپنے بھائی مسلم بن عقیلؑ کو تحقیق حال کے لئے کوفہ روانہ کیا۔ جناب مسلمؑ اپنے دو کمسن چھوٹے صاحبزادوں محمد و ابراہیم کو جن کی عمریں بمشکل تمام سات آٹھ سال کی تھیں ساتھ لے گئے۔ حضرت مسلمؑ جب وارد کوفہ ہوئے تو معززین شہر اور عوام نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ ہزاروں مسلمانوں نے بنام حسینؑ آپ کی بیعت کر لی۔ مخالفین نے یزید کو اطلاع کر دی۔ اس نے فوراً حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کی جگہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

ابن زیاد نے کوفہ پہنچتے ہی شہر میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ لوگوں کو خوف زدہ و ہراساں

کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ اکثریت مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ گئی۔ حضرت مسلمؑ نے پہلے امیر مختارؒ کے گھر پناہ لی اس کی گرفتاری پر جناب ہانی بن عروہ کے گھر آ گئے۔ ابن زیاد ملعون نے حضرت ہانیؒ اور جناب مسلمؑ دونوں کو دھوکے اور ظلم سے شہید کر دیا۔ عوام کو مزید ہراساں کرنے کی خاطر ان کی لاشوں کو بازاروں میں گھسیٹا گیا اور سروں کو محل کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ حضرت مسلمؑ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد ان کے دونوں کمسن یتیم صاحبزادوں کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ یہ تھی ظلم و ستم کی ابتدا اور راہ حق میں پہلی شہادتیں جو ۹ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کوفہ میں پیش آئیں۔

امام حسینؑ کا سفر جانب کوفہ: چونکہ اہل کوفہ نے سفیر امامؑ حضرت مسلم بن عقیلؑ کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا اس لئے انہوں نے امامؑ کو کوفہ سے پیغام بھیجا تھا کہ یہاں کے لوگ آپ کی آمد کے لئے بے چین ہیں اس لئے امامؑ پاک نے کوفہ کا رخ کیا۔ راستے میں منزل زبالہ پر پہنچے تو اپنے سفیر مسلمؑ اور ہانی بن عروہؒ کی شہادت کی خبر ملی جس کا سب کو بہت صدمہ ہوا۔ سارے خاندان میں صف ماتم بچھ گئی۔ زوجۂ مسلمؑ بی بی پاک دامن جناب رقیہ بنت علیؑ خواہر حضرت عباسؑ علمدار بیوہ ہو گئی اس کے یتیم بچوں اور بی بی رقیہ کو امام حسینؑ اور بی بی زینبؑ و ام کلثوم نے صبر و تحمل اور امر ربی پر راضی رہنے کی تلقین فرمائی... امامؑ کا سفر جانب کوفہ جاری رہا۔

لشکرِ حُر کی مزاحمت: سفر کرتے ہوئے جب حسینیؑ قافلہ مقام ذوحسم پر پہنچا تو یزیدی فوج کے سالار حُر بن یزید ریاحی نے ایک ہزار سپاہیوں کی سرکردگی میں آپ کا راستہ روکا۔ آپؑ نے حر کو حقیقت سے آگاہ کیا نیز حر کے پیاسے لشکر کو آب و دانہ سے سیر و سیراب کیا۔ اخلاق عظمت و حسینیؑ سے متاثر حر نے مزید مزاحمت نہ کی امام کو اندازہ ہو گیا اب کوفہ دارالامان نہیں رہا اب آپؑ نے دوسری طرف چلنے کا ارادہ کیا مگر قسمت اس سرزمین پر لے آئی جس کی خبر بہت پہلے آپ کے ناناؐ دے چکے تھے اسی دوران پہلی محرم سن ۶۱ ہجری کا چاند نمودار ہو چکا تھا۔

سرزمین کربلا میں ورود: دوسری محرم الحرام ۶۱ بروز بدھ حسینیؑ قافلہ عراق کی سرزمین کربلا میں وارد ہوا، امام پاکؑ کے گھوڑے ذوالجناح نے آگے چلنے سے قدم روک لیے۔ امام حسینؑ گھوڑے سے اترے زمین کربلا کی مٹی سونگھ کر فرمایا: بھیا عباسؑ اپنے خیام یہیں نصیب کردو بس یہی ہماری آخری منزل ہے۔ کربلا میں دریائے فرات کے کنارے خیمے نصب کردیے گئے۔ مقتل کی کتابوں میں لکھا ہے جونہی آپؑ وارد کربلا ہوئے تو اس سرزمین سے زبردست گرد آلود زرد رنگ کی آندھی چلی جس سے سب کے چہرے خاک آلود ہوگئے۔ امام عالی مقامؑ کو غمزدہ اور پریشان حال دیکھ کر سب عزیز و اقارب گھبرا گئے۔ آپؑ کی بہنوں جناب زینبؑ و ام کلثومؑ نے کہا: بھیا یہ کیسی ہولناک سرزمین ہے کہ خوف و ہراس سے ہمارے دل مضطرب اور بے چین ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: یہی وہ وعدہ گاہ ہے جس کی خبر جبرئیل امینؑ نے بہت پہلے میرے نانا رسول خداؐ کو دی تھی۔

افواج کوفہ وشام کی آمد: تیسری محرم سے ریگزار کربلا میں کوفہ و شام سے لشکر پہ لشکر آنے لگے۔ پچاس ہزار کی فوج نے جس کا سپہ سالار عمر سعد ابن ابی وقاص تھا مٹھی بھر حسینؑ کے ساتھیوں کو نرغے میں لے لیا۔ بربریت و وحشت کے اس عالم میں ثانی زہرا سیدہ زینبؑ نے پوچھا: بھیا یہ فوجیں کس لئے جمع ہو رہی ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: یہ سب لوگ ہمارے دشمن ہیں جو دینِ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ بی بیؑ پریشان ہو جاتی ہیں۔ چوتھی محرم کو بحکم عمر سعد ملعون اہلبیتؑ کے خیام دریائے فرات سے ہٹا دیے گئے۔ ساتویں محرم کو ان ظالموں نے قافلہ حسینیؑ پر پانی بند کردیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آٹھویں اور نویں محرم کو پیاس کی شدت میں مزید اضافہ ہوتا چلا، خیموں سے العطش العطش ہائے پیاس، ہائے پیاس کی صدائیں بلند ہونے لگیں، خصوصاً بچے پیاس سے بلبلا اٹھے۔ نویں محرم کو عمر سعد نے حملہ کرنے چاہا امامؑ پاک نے حضرت عباسؑ کو بھیج کر بمشکل تمام عبادت الٰہی کی خاطر ایک رات کی مہلت حاصل کی یہی دسویں محرم کی رات تھی جسے شب عاشورہ کہتے ہیں۔

شبِ عاشورہ: کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے رفقاء پر یہ بڑی اندوہناک اور مصیبت

کی رات تھی۔ امام پاکؑ نے بعد نماز عشا اپنے تمام اصحاب و انصار اور عزیزوں کو جمع کرکے فرمایا۔ حالات کی سنگینی اور دشمن کے ناپاک ارادوں سے آپ سب بخوبی آگاہ ہیں۔ مجھ سے بیعت یزید کا شدت سے مطالبہ ہے۔ جس کا ماننا میرے لئے ناممکن ہے۔ فاسق و فاجر اور دشمنِ دیں کی بیعت کا مطلب دین اسلام کی بربادی اور کل انبیاؑ و مرسلینؑ کی محنتوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ راہ حق میں عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

دیکھو کل یقینی جنگ ہوگی جو میرے ساتھ ہوگا قتل کردیا جائے گا۔ ابھی تھوڑا وقفہ اور کچھ مہلت باقی ہے آپ سب لوگ میری بیعت سے آزاد ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ رات کے اندھیرے میں اپنی جانیں بچا کر یہاں سے کسی طرح نکل جائیں۔ خدا کی قسم مجھے تمہاری جانیں بہت عزیز ہیں۔ ان لوگوں کو صرف میرے قتل سے سروکار ہے۔

چراغ بجھا دیے گئے: آپؑ نے اپنے لختِ جگر شہزادہ علی اکبرؑ سے کہا بیٹا! چراغ گل کردو۔ مقصد تھا رات کی تاریکی میں جاتے وقت کسی کو شرم محسوس نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ چراغ روشن کیے گئے تو دیکھنے میں یہ آیا کہ آپؑ کے اعزہ و اصحاب مثل حضرت عباس علمدارؑ، شہزادہ قاسمؑ، پسران علی المرتضیٰؑ، اولاد جناب عقیلؑ، جعفرؑ، و مسلمؑ خانوادہ ابوطالبؑ کے چشم و چراغ اور اصحابِ باوفا مثلِ حبیبؓ ابن مظاہرؓ، مسلمؓ بن عوسجہ، زہیرؓ بن قین، نافعؓ ابن ہلال، عابسؓ شاکری، بریرؓ ہمدانی، ابوثمامہ صائدی، سعیدؓ ابن عبداللہ اور دیگر انصارانِ سید الشہداؑ بیٹھے رو رہے ہیں۔ سب نے بہ یک زبان عرض کی مولا و آقا۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم آپ کو دشمنوں کے نرغے میں یک و تنہا چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جائیں اور بعد میں لوگوں سے دریافت کرتے پھریں کہ امام حسینؑ پر کیا گزری۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر جو آپؑ کے بغیر گزرے۔ کل بروز قیامت ہم اللہ اور اس کے رسول کو کیا جواب دیں گے کہ جب دینِ اسلام اور فرزند رسولؐ اور ان کی اہلبیتؑ پر رنج و مصیبت اور پریشانی کا وقت آیا تھا تو تم نے اپنی جانیں عزیز کرلیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہماری ایسی سو

جانیں قربان۔ اگر یقین نہ ہو تو ہمارے سر حاضر ہیں اپنے ہاتھ سے کاٹ دیجیے۔

امام عالی مقامؑ نے اپنے باوفا جانثاروں کا یہ جوش و جذبہ اور شوق شہادت ملاحظہ فرمایا تو دست دعا بلند کرتے ہوئے عرض کی: میرے اللہ تو سمیع و بصیر ہے۔ میں نہیں جانتا روئے زمین پر آج تک میرے ان اصحاب باوفا سے بہتر کسی کو ایسے مخلص ساتھی نصیب ہوئے ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک جنگ میں مصیبت کے وقت میرے نانا رسول اللہؐ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے بھاگتے کہاں ہو ادھر آؤ وہ آواز سن کے آئے نہیں تھے اور میں اپنے اصحاب سے کہتا ہوں جان بچا کے چلے جاؤ وہ سن کے جاتے نہیں۔ یہ فرق ہے اصحاب رسولؐ اور میرے اصحاب میں۔ اے میرے پروردگار اس سخت آزمائش میں ہماری نصرت فرما اور ہمیں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

آپؑ نے سب حاضرین کو دعائے خیر سے یاد فرمایا اور انہیں جنت الفردوس کی بشارت دی۔ آپؑ اس کے مجاز ہیں کیونکہ بقول رسول اللہؐ آپ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ مشہور حدیث الحسن و الحسین سید شباب اھل الجنۃ۔ آپؑ نے ایک مرتبہ ان کے نوری چہروں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا غمزدہ دل کو تھام کر کہا: شاباش میرے بہادر جانبازو کل یوم شہادت ہے تیاری کرو، اللہ تمہیں یہ سعادت نصیب کرے۔ علامہ اقبالؒ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

صبح عاشور: دسویں محرم ۶۱ ہجری یوم جمعہ گویا روز محشر تھا۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی یزیدی فوج کے کمانڈر سعد ملعون نے اپنی ٹڈی دل فوج کو مٹھی بھر حسینی جانبازوں پر حملے کا حکم دیا۔ امام پاکؑ نے اتمام حجت کی خاطر اشقیا سے یوں خطاب کیا "اے لوگو سنو اور غور کرو جس رسولؐ خاتم کا تم سب کلمہ پڑھتے ہو میں اسی کا نواسہ، جناب علی المرتضیٰؑ اور فاطمہ زہرا دختر رسولؐ کا فرزند حسینؑ ہوں۔ تم لوگوں نے خود خطوط لکھ کر اور وفود بھیج کر مجھے کوفہ آنے کی دعوت دی۔ اب میں نے کونسا جرم کیا ہے کہ سب میرے قتلِ ناحق پر آمادہ ہو گئے

ہو۔ اگر تمہیں میرا یہاں آنا پسند نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ میرے ساتھ عورتیں اور بچے ہیں ان کا ہی کچھ خیال کرو۔

آپ انسانوں سے نہیں احسان فراموش درندوں سے مخاطب تھے۔ اثر لینے کی بجائے جواب دیا ہم کچھ نہیں جانتے یا یزید کی بیعت کرو یا قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپؑ نے فرمایا: تم نہیں جانتے کہ اسلام میں فاسق و فاجر اور بدکار کی بیعت حرام ہے۔ چہ جائے کہ فرزند رسولؐ! ایسے کی بیعت کرے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اتنا سن لو میرے ناحق قتل کے بعد تم عذاب الٰہی سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

حضرتِ حُرؒ کی آمد و شہادت: امام حسینؑ کی شخصیت و عظمت نیز ان کے بلند کردار رفقا کی حق پرستی، دینداری، اخلاص عمل، پاکبازی، امام سے وفاداری اور جانبازی سے متاثر ہو کر لشکر یزید کا سالار حر معہ اپنے بیٹے، بھائی اور غلام کے خدمتِ امام میں حاضر ہو گیا۔ دست بستہ اپنی غلطی کی معافی مانگی رحمۃ اللعالمینؐ کے نواسے نے خطا معاف کر دی۔ جناب حرؒ کو امام حسینؑ کے ساتھیوں نے راہ حق اختیار کرنے پر مبارکباد دی۔ حضرت حرؒ نے امام سے اذنِ جہاد لیکر لشکر یزید پر حملہ کر دیا۔ میدانِ کارزار میں زبردست جنگ ہوئی سینکڑوں کو فی النار کیا بالآخر معہ اپنے فرزند بھائی اور غلام کے راہِ حق میں اپنی جانیں قربان کر دیں اور شہدائے کربلا کی فہرست میں اول مقام و مرتبہ حاصل کیا۔

جان دی حُر نے تو حضرتؑ نے دیا باغِ ارم
مہمان ایسے اور نہ ایسے میزبان پیدا ہوئے

اصحابِ حسینؑ کی شہادت: وقتِ چاشت یزیدی فوج کے تین سو مسلح تیر اندازوں نے یکدم امام حسینؑ کے مٹھی بھر ساتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی جس کے نتیجے میں امامؑ کی تقریباً نصف فوج شہید ہو گئی۔ بعد ازاں یکے بعد دیگرے باقی ماندہ اصحابؑ انصار مثلِ حبیب ابن مظاہر، زہیر بن قین، نافع ابن ہلال، بریر ہمدانی، اور دیگر سبھی ساتھی زبردست داد شجاعت دیتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے۔ ان اصحاب باوفا کی شہادت کے بعد

آپؑ کے عزیزوں کی باری آئی تو سب سے پہلے آپؑ نے اپنے اٹھارہ سالہ شبیہ رسولؐ شہزادہ علی اکبرؑ کو اذنِ جہاد بخشا۔

شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت: جناب علی اکبرؑ اپنے سب اہل خانہ سے الوداعی رخصت لے کر میدان کارزار میں آئے۔ فاتح خیبر کے پوتے امام حسینؑ کے لختِ جگر نے زبردست جنگ کی، سینکڑوں لعینوں کو فی النار کیا۔ سخت گرمی میں معرکہ آرائی اور شدت پیاس سے مجبور ہو کر اپنے بابا سے ایک گھونٹ پانی کا سوال کیا۔ بیکس حسینؑ اپنے لختِ جگر کی حقیر خواہش کی تکمیل نہ کر سکنے پر تڑپ کر رہ گئے۔ رو کر کہا: بیٹا بڑی مجبوری ہے۔ میرے لعل میدان جہاد میں جاؤ عنقریب تمہارے دادا ساقیٔ کوثر تمہیں آبِ کوثر سے سیراب کریں گے۔

شہزادے نے دوبارہ حملہ کیا سخت معرکہ آرائی ہوئی بہتوں کو واصل جہنم کیا۔ شدید گرمی اور سخت پیاس اس پر اکیلے کی ہزاروں سے جنگ آخر زخموں سے چور شہزادہ برچھی کا پھل کھا کر گھوڑے سے زمین پر آیا۔ بابا کو مدد کے لئے پکارا، امام حسینؑ میدان میں پہنچے، بیٹے کے سینے سے برچھی کا پھل نکالا، پسر کی لاش کو بمشکل تمام خیام اہلبیت میں لائے۔ ماں بہنوں پھوپھیوں جناب زینبؑ وام کلثومؑ نے شہزادے کی لاش پر نالہ وفریاد اور پر درد بین کیے، سب مستورات میں صف ماتم بچھ گئی امامؑ نے روتے ہوئے سب کو صبر کی تلقین کی اور لاش کو گنج شہداء میں رکھ دیا۔

شہزادہ قاسمؑ کی شہادت: جناب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد تیرہ سالہ شہزادہ قاسم ابن الحسنؑ اپنے چچا امام حسینؑ سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت لینے آئے۔ امام پاکؑ نے اپنے بھائی کی نشانی کو گلے سے لگایا کہا: بیٹا تم سے بھائی کی خوشبو آتی ہے۔ تم اپنی ماں کی واحد نشانی اور سہارا ہو میں تمہیں مرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ شہزادے نے زیادہ اصرار کیا تو کہا اگر تمہارا باپ موجود ہوتا تو البتہ اور بات تھی۔ اتنے میں شہزادہ قاسمؑ کی والدہ بی بی ام فروہ نے حاضر ہو کر امام حسنؑ کا وصیت نامہ پیش کیا۔ امام حسینؑ نے تعویذ کھول کر پڑھا جس میں تحریر تھا" جب اسلام اور دین پر حسینؑ اپنا سب کچھ

قربان کر رہے ہوں تو میری طرف سے میرے بیٹے کو فدا کر دینا۔" امامؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور شہزادے کو اذنِ جہاد بخشا۔

شہزادہ قاسمؑ اتنا کمسن تھا کہ جسم پر کوئی زرہ پوری نہ آتی تھی۔ بہرحال امام حسینؑ اور جناب عباسؑ نے بچے کو خود گھوڑے پر سوار کیا میدان کارزار میں شیرِ خدا کے پوتے نے زبردست معرکہ آرائی کا مظاہرہ کیا۔ عرب کے مشہور اور نامور پہلوان اور شجاع ازرق نامی کے تینوں بیٹوں کو تہ تیغ کیا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی پھر ازرق خود حملہ آور ہوا شہزادے نے اس کو بھی بڑی مہارت سے جہنم رسید کیا۔ عمر سعد ملعون کے حکم سے فوج اشقیا نے شہزادے کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا۔ قاسمؑ نے اپنے چچا کو پکارا۔ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ عقاب کی مانند فوج اعداء پر جھپٹے مگر قاسمؑ تک پہنچنے سے پہلے شہزادے کی لاش پامال ہو چکی تھی۔ مولا حسینؑ لاش کو گٹھری میں باندھ کر اپنے خیام میں لائے۔ بیکس ماں نے لاش کے ٹکڑے دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ جناب زینبؑ وام کلثومؑ سے کہا: آؤ میری قربانی دیکھو۔ مستورات میں شورِ ماتم بپا ہو گیا۔ امامؑ نے قاسمؑ کی لاش شہزادہ علی اکبرؑ کی لاش کے پہلو میں رکھ کر فریاد کی: میرے اللہ میں غریب ہو گیا۔

حضرت عباسؑ علمدار کی شہادت: نصرت امامؑ میں جب آپ کے عزیز و اصحاب داد شجاعت دیتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے تو غازی عباسؑ سے پیاسے بچوں کی العطش العطش ہائے پیاس ہائے پیاس کی فریاد و فغاں سنی نہ گئی۔ مشکیزہ و تیغ و علم سے آراستہ چار سالہ معصوم سکینہ کو ہمراہ لیے مولا حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ امامؑ خاموش رہے۔ زیادہ اصرار کیا تو فرمایا: تم میرے قوت بازو ہو میری فوج کے علمبردار ہو۔ عرض کی: مولاؑ اب وہ فوج ہی کہاں ہے؟ زیادہ مصر ہوئے تو کہا: عباسؑ سب اہل حرم عورتیں بچے بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے۔ عرض کی: مولاؑ پیاس سے بچے بلبلا رہے ہیں، خالی کوزے لیے میرے پاس امید لے کر آئے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: جاؤ عباسؑ خدا حافظ و ناصر۔

پسر ابوتراب، شیر خدا کا شیر دل جری سپوت عباسؑ دلاور پیاسے بچوں کے لئے پانی لینے مشکیزہ اور تیغ و علم لیے دریائے فرات کی جانب چلا ہزاروں دشمنوں نے راستہ روکا زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ علامہ آرزو لکھنوی نے اس جنگ کا حال یوں لکھا ہے۔

''پیارے ساونت کی لڑائی''

رن میں گھوڑا جو اڑاتے ہوئے پہنچے عباسؑ
چوکیاں گھاٹ پہ بیٹھی تھیں رکا تھا پانی
برچھیاں تانے پڑے تھے جو لہو کے پیاسے
ہو جنہیں دیکھ کے پتھر سا کلیجہ پانی
منچلہ ایسا کبھی کا ہے کو دیکھ ہوگا
لینے آیا ہے جو انتوں سے اکیلا پانی
کھنچ کے باہر ہوئی کاٹھی سے تڑپتی ناگن
لہریں لینے لگا تلوار کا ٹھہرا پانی
جو تھے ساونت بڑے ان کے بھی جی چھوٹ گئے
منچلوں کا بھی ہوا ڈر سے کلیجا پانی
آن کی آن میں لاکھوں کا ڈبویا بیڑا
نہیں دیکھا کسی تلوار کا ایسا پانی
لڑ کے جب چھین لیا گھاٹ تو چلا کے کہا
اب تمہارا ہے پانی کہ ہمارا پانی
پیاسے بچوں کا بلکنا جو نہیں بھولا تھا
اٹھا چھاتی سے دھواں آنکھ سے ٹپکا پانی
لہریں سوکھے ہوئے ہونٹوں سے بہت شرمائیں
تھم گیا دیکھ کے منہ پیاسے کا بہتا پانی

وہ پسینے پہ لہو اپنا بہانے والا
بے پلائے ہوئے کیا پیتا اکیلا پانی
چھوڑ دی گھوڑے کی باگ اور کہا تو پی لے
منہ میرا تکتا ہے کیا میں نہ پیوں گا پانی
اس نے بھی آئی ہوئی لہر کو ٹھوکر ماری
کہ کلیجے کو جلانے لگا ٹھنڈا پانی
اتنے میں روکنے کو آگئے پھر غول کے غول
کہتے جاتے تھے کہ لیجانے نہ دینا پانی
آپ بھی ہوگئے گھوڑے پہ سنبھل کر تیار
لے لیا جتنا بھی چھاگل میں سمایا پانی
کھینچی پھر میان سے تلوار چلے وار پہ وار
گھاٹ پر لال لہو سے ہوا سارا پانی
کھیت ایسا یہ پڑا کہ بھولے گا نہ کبھی
یہیں پانی تھا لہو اور لہو تھا پانی
پھر بھی لاکھوں سے اکیلے کی لڑائی کب تک
دھوپ، لو، پیاس، تھکن اس پہ نہ پینا پانی
وار بھرپور چلے گھاؤ بھی گہرے آئے
بہہ گیا اتنا لہو لائے تھے جتنا پانی
کٹ گئے ہاتھ بھی جینے کی بھی آس نہیں
آپ بچ سکتے نہ تھے کون بچاتا پانی
ہاتھ آنے میں ہوا جس کے لہو پانی ایک
آنکھ سے اپنے وہ بہتے ہوئے دیکھا پانی

آپ گھوڑے سے گرے ہائے سکینہؑ کہہ کر
سوچ یہ تھی کہ سکینہؑ کو نہ پہنچا پانی
ہچکی اک آئی کویں پھرنے لگیں سانس اکھڑی
نیل آنکھوں سے ڈھلا ماتھے سے ٹپکا پانی

وقتِ آخر غازی عباسؑ نے اپنے آقا و مولا امام حسینؑ کو پکارا۔ شکستہ کمر امامؑ اپنے بھائی عباسؑ کے لاشے پر پہنچے۔ سر کو اپنے زانو پہ رکھا غازی عباسؑ نے بس اتنا کہا: آقا میرا لاشہ خیام میں نہ لیجانا میں پیاسے بچوں سے بہت شرمسار ہوں۔ امامؑ خالی مشکیزہ و علم لیکر جب خیام میں واپس پہنچے تو تمام عورتوں اور بچوں میں شور ماتم بپا ہوگیا۔

کرتے ہیں ماتم حرم عباسؑ کا
ہو گیا مرنا ستم عباسؑ کا

شہزادہ علیؑ اصغر کی شہادت: قریب عصر امام حسینؑ کا چھ ماہ کا نورِ نظر جھولے میں جاں بلب پڑا تھا۔ مستورات جھولے کے گرد بیٹھی رو رہی تھی۔ امام پاکؑ خیمے میں داخل ہوئے تو سب مستورات نے مولاؑ سے عرض کی پیاسے بچے کے لئے دشمن سے پانی کا سوال کریں شاید ننھی سی جان بچ جائے۔ امامؑ نے فرمایا:

نہ مانگنا ہی آتا ہے نہ مجھ کو التجا

فرمایا:

گر سو بار التجا کرونگا نہ مانیں گے عدو مری
بچے کی جان جائیگی اور آبرو مری

آپ شش ماہے نورِ نظر کو دشمن کی فوج کے سامنے لائے اور معصوم کے لئے دو گھونٹ پانی کا سوال کیا۔ پانی کی بجائے ظالم حرملہ نے تیرِ ستم سے ننھے علی اصغرؑ کو باپ کے ہاتھوں پر ذبح کر دیا۔ دنیا میں ظلم کی انتہا ہوگئی، زمین و آسمان لرز اٹھے، اہل حرم خون کے آنسو بہا کر رہ گئے۔ امام پاکؑ نے خیمہ کے قریب ہی معصوم بچے کو اس کی ماں ام رباب اور بہن

سکینہؑ کے سامنے اس ننھے پھول کو سپردِ خاک کر دیا۔ چار سالہ بی بی سکینہؑ نے بین کرتے ہوئے کہا:

کہتی تھی سکینہؑ قتلِ بابا دیکھا — بھیا علی اصغرؑ کا خون میں لاشہ دیکھا
زنداں میں پھنسی اور طمانچے کھائے — اس تین برس کے سن میں کیا کیا دیکھا

نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ کی شہادت: جنگِ کربلا: بعض نافہم افراد کے نزدیک معرکۂ کربلا امام حسینؑ اور یزید کے درمیان حصولِ اقتدار کی جنگ تھی۔ اگر آدمی ذرا غور و فکر سے کام لے تو بالآخر وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے گا جس کا تجزیہ علامہ اقبالؒ نے یوں کیا ہے۔

مدعائش سلطنت بودے اگر — خود نہ کردے با چنیں ساماں سفر
مقصدِ او حفظِ دیں است و بس — تیغ بہرِ عزتِ دیں است و بس
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونِ سرش افگندہ نیست

خلاصہ کلام: اگر امام حسینؑ کے جہاد کا مدعا و مقصد حصول اقتدار و سلطنت ہوتا تو وہ (بغیر فوج اپنی ماؤں بہنوں اور کم سن اولاد کو ہمراہ نہ لیجاتے) ایسی بے سروسامانی کے ساتھ سفر اختیار نہ کرتے۔ امام حسینؑ کی ہجرت اور جہاد کا مقصد صرف اور صرف دینِ حق کے بچانے اور اس کی حفاظت کے لئے تھا۔ اس راہ میں اگر کہیں نیزہ و تلوار چلانی پڑی تو وہ بھی عزت و عظمتِ دین کی خاطر تھی۔ آپؑ نے ثابت کر دیا کہ پکا اور صحیح مسلمان اللہ کے سوا کسی کا بندہ اور غلام نہیں ہوسکتا وہ طاغوتی طاقتوں یزید و فرعون کے سامنے اپنا سر نیاز خم نہیں کرتا، سید الشہدا نواسۂ رسولؐ نے میدان کربلا میں اس کا عملی ثبوت پیش کیا۔ بقول جوشؔ ملیح آبادی:

کربلا میں امرِ حق کی برتری سے جنگ تھی
طاقتِ نانِ شعیر حیدری سے جنگ تھی
عظمتِ دیرینۂ پیغمبریؐ سے جنگ تھی
اس داوری سے جنگ تھی

جب نفاق ارباب حق سے برسرپیکار تھا
وہ خدا پر آخری لات و ہبل کا وار تھا

عصرِ عاشور الوداعی سلام: بروز عاشور وقت عصر امام حسینؑ کے جب سارے اصحاب و انصار اور اعزہ بقائے دین کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تو امام پاکؑ یکہ وتنہا رہ گئے۔ رخصت آخر کے لئے خیام اہلبیتؑ میں تشریف لائے اور کہا: یا زینبؑ و کلثومؑ یا سکینہؑ یا اماں فضہ علیکنا منی سلام۔ میرا تم سب پر آخری سلام ہو۔ تمام مخدرات عصمت وطہارت نے بچشم گریاں آپ کو گھیرے میں لیکر عرض کی: مولاؑ وطن سے دور اس لق و دق صحرا میں دشمنوں کے نرغے میں بے سہارا چھوڑ کر مرنے کے لئے جا رہے ہیں پہلے ہمیں نانا رسول خداؐ کے روضہ مبارک پر پہنچادیں۔

امامؑ نے حسرت ویاس سے فرمایا: میں بے بس ومجبور ہوں اتنی مہلت ہی کہاں۔ یہ سن کر سب مستورات نے اپنے منہ پیٹ لیے: امامؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ پھر اپنی بہن زینبؑ سے پرانا بوسیدہ لباس طلب فرمایا: بہن نے لباس دیا تو اسے جگہ جگہ سے مزید چاک کرنا شروع کردیا۔ بی بی نے سبب پوچھا تو فرمایا: میرے قتل کے بعد یزیدی بے حیا میرا لباس تک نہ چھوڑیں گے۔ شاید بچے پھٹے پرانے لباس کو نہ اتاریں اس طرح میرا جسم برہنہ ہونے سے بچ جائے۔

ملبوس بدن لے گئے سب لوٹنے والے   ہاں مگر تیر جسم سے کسی نے نہ نکالے

اہل حرم سے رخصت ہو کر آپؑ اپنے لخت جگر سید سجادؑ بیمار بیٹے کے خیمہ میں تشریف لائے۔ بی بی زینبؑ نے غش میں پڑے سجاد کو جگایا۔ بیمار نے آنکھیں کھولیں تو سرہانے بابا کو زخمی دیکھ کر کہا۔ چچا عباسؑ، بھائی علی اکبر وقاسم اور اصحاب باوفا کہاں گئے؟ امامؑ نے روتے ہوئے کہا: بیٹا سب راہ حق میں شہید ہوگئے۔ اب میرے، تمہارے اور ننھے باقر کے سوا کوئی نہیں رہا۔ تبرکات نبیؐ وعلیؑ و بتولؑ سید سجادؑ کے حوالے کیے اور کہا میرے بعد امام زمان تم ہو۔ دیکھو بیٹا میرے بعد تم پر مصائب و الم کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔ ماؤں،

پھوپھیوں، یتیم بچوں، بیوہ وغمزدہ قیدی مستورات کے ہمراہ کوفہ وشام کے بازاروں اور شرابیوں کے درباروں میں جانا ہوگا۔ رنج ومصائب کی اس گھڑی میں صبر وتحمل اور برداشت سے کام لینا۔ سید سجادؑ تپ کی شدت سے پھر غش کر گئے۔ امامؑ نے حسرت بھری نگاہ سے بیمار کو دیکھا اور واپس خیمے میں تشریف لے آئے۔

غمگین وافسردہ مخدرات اور بچوں کو آخری سلام کیا۔ اپنے گھوڑے ذوالجناح پر سوار ہونے لگے تو کوئی سوار کرانیوالا نہ تھا۔ حسرت بھری نگاہوں سے سوئے میدان دیکھا اور اپنے جگر پاروں جانثاروں کو مخاطب کرکے کہا: اے عباسؑ وعلی اکبرؑ اے قاسمؑ وعونؑ ومحمدؑ میری آنکھوں کے تاروں میری رکابوں کے تھامنے والوں تم کہاں ہو دیکھتے نہیں مجھے سوار کرانیوالا کوئی نہیں۔ بے بس لاشے تڑپ کر رہ گئے۔

دکھیا بہن زینبؑ نے بھائی کو سوار کرایا۔ امامؑ سوئے میدان چلنے لگے گھوڑے نے قدم روک لیے، امامؑ نے ذوالجناح سے فرمایا تو نے بھی اس مشکل وقت میں ساتھ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا ہے! ذوالجناح نے گردن ہلائی۔ امامؑ نے دیکھا چار سالہ شہزادی سکینہؑ گھوڑے کے قدم پکڑے فریاد کررہی ہے: اے ذوالجناح مجھے یتیم نہ کرو میرے بابا کو میدان میں نہ لے جا، صبح سے جو بھی گیا ہے واپس نہیں لوٹا۔

امام نیچے اترے۔ بیٹی سکینہؑ کو پیار کیا اور صبر کی وصیت کی۔ بہن کے حوالے کرکے میدان کارزار میں پہنچے۔ اتمام حجت کی خاطر قوم جفاکار سے یوں مخاطب ہوئے: تم مسلمان ہو؟ سب نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جس رسولؐ خدا کا تم کلمہ پڑھتے ہو میں اس کی بیٹی فاطمۃ الزہراؑ کا بیٹا ہوں۔ میرے سوا روئے زمین پر کوئی محمدؐ کا نواسہ نہیں۔ تم میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو میں نے کونسا جرم کیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا کیا وہ سب تم بھول گئے ہو۔ اگر کسی کو شک ہو تو میرے نانا کے صحابی حضرات زید بن ارقم۔ جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عمر زندہ ہیں ان سے دریافت کرلو۔ پتھر دل انسان نما درندوں پر کیا اثر ہوتا تھا۔ عمر سعد، شمر ملعون وغیرہ نے

یک زبان ہو کر کہا۔ حسینؑ یہ باتیں بنانے کا وقت نہیں یا یزید کی بیعت کرو ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر یزیدی فوج نے آپ پر حملہ کر دیا۔ فاتح خیبرؑ کے فرزند کو جلال آ گیا۔ ذوالفقار حیدری کو نیام سے باہر کیا، شہزادۂ کونینؑ کے حملے کی ایک جھلک میر انیس مرحوم کی زبانی ملاحظہ کریں:

گھوڑے کی وہ تڑپ وہ چمک تیغ تیز کی　　سو سو صفیں الٹ گئیں جب جست و خیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی　　تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
عاری جو ہو گئی تھی سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منہ پھرا لیے تھے کارزار سے

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی　　سنولائے ہوئے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے وہ لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی　　تصویر ذوالجناح پہ تھی بوترابؑ کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

پھر تو یہ غل ہوا دہائی حسینؑ کی　　اللہ کا غضب ہے لڑائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی　　دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایا آپؑ نے طوفان میں نوحؑ کا
اب رحم واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا

اکبرؑ کا نام سن کر لگی جگر پہ سناں　　آنسو بھر آئے روک لی راہوار کی عناں
مڑ کر پکارے لاشِ پسر سے شہ زماں　　تم نے نہ دیکھی جنگ پدر اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

آپ نے سینکڑوں یزیدیوں کو فی النار کیا لوگ الحفیظ والامان پکار اٹھے۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی: بس اے فرزند رسول بس آخر کب تک لڑو گے اپنے بچپن کے ناناؐ سے کیے

ہوئے وعدے کو یاد کرو۔ امامؑ عالی مقام نے تلوار کو نیام میں کیا۔ بزدل کمینے دشمنوں نے نواسۂ رسول کو بے بس و زخمی دیکھ کر تیروں، تلواروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔ زخموں سے چور امام پشت زین سے زمین پر آئے اور ذوالجناح کو خیام اہلبیتؑ کی جانب جانے کا اشارہ کیا اور کہا:

اے گھوڑے روک لے در خیمہ گاہ کو　　زینبؑ نہ دیکھ لے میرے حال تباہ کو

شہادتِ عظمیٰ: خیام حسینیؑ میں بی بی زینبؑ کو اپنے ماں جائے کی بہت فکر تھی جو یکہ و تنہا بھوک پیاسا ہزاروں لعینوں سے مصروف جنگ تھا۔ امام پاکؑ اعدا میں گھر گئے، زینبؑ کو بھائی نظر نہ آیا۔ شہزادی سکینہؑ کو در خیمہ پر چھوڑا خود چند قدم آگے بڑھ کر تلۂ زینبیہ پر جو دیکھا خدا کسی بہن کو ایسا منظر نہ دکھائے۔ امام حسینؑ کا سر سجدے میں تھا شمر ملعون نے سر اقدس کو تن سے جدا کر کے نوک نیزہ پر بلند کر دیا۔ میدان کربلا میں زلزلہ آ گیا، سورج کو گہن لگ گیا، ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ آسمان سے خون برسنے لگا میدان میں قد قتل الحسین بکربلا و قد ذبح الحسین بکربلا کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بی بی زینبؑ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا۔ بی بی روتی پیٹتی واپس خیمہ گاہ میں آئی۔ ادھر سے جب خالی ذوالجناح خیام اہلبیتؑ تک پہنچا تو اہل حرم میں کہرام مچ گیا ہر طرف سے نالہ و شیون اور آہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

کرتے ہیں ماتم حرم شبیرؑ کا
ہو گیا مرنا ستم شبیرؑ کا

خواہران ام زینبؑ و کلثومؑ نے اپنے ماں جائے کے سر کو نوک نیزہ پر دیکھ کر ایسے پر درد ناک بین کیے جنہیں سن کر دوست دشمن سبھی رو دیے۔ قتل حسینؑ پر حور و ملائکہ نے گریہ کیا! رواح انبیا نے حسینؑ کو مرحبا کہا۔ آواز قدرت آئی: اے میرے خلیل ابراہیمؑ اور میرے ذبیح اسماعیلؑ آؤ دیکھو یہ ہے وفدیناہ بذبح عظیم کی تفسیر۔ سید الانبیا والمرسلینؐ نے فرمایا: اے میرے بیٹے حسینؑ صد مرحبا تو نے شہادت عظمیٰ کی تکمیل کر کے تمام انبیا،

مرسلین اور ملائکہ المقربین میں میرا سر فخر سے بلند کر دیا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا۔ حسین منی وانا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں)

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

بقول علامہ اقبالؒ نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ کی ہستی وہ ہے

آنکہ زیرِ تیغ گوید لاالہ
آنکہ از خونش بروئیدہ لاالہ
آنکہ بخشد بے یقیناں رایقیں
آنکہ لرزد از سجودِ او زمیں

ترجمہ وخلاصۂ کلام: حسینؑ وہ ہے جو تیغ کے نیچے بھی لاالہ کہتا ہے۔ حسینؑ وہ ہے جس کے خون سے لاالہ نشوونما پاتا ہے۔ ذات حسینؑ بے یقینوں کو دولتِ یقین و ایمان عطا کرتی ہے۔ حسینؑ وہ ہے کہ جس کے سجدے سے زمین وآسماں لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا نذرانہ عقیدت۔ رباعی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؑ

شام غریباں: امام حسینؑ اور ان کے رفقا کی شہادت پر خیام اہلبیتؑ میں تمام مستورات نالہ وفریاد کر رہی تھیں۔ ادھر یزیدی بے حیا فتح کی خوشی میں شادیانے بجا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بحکم عمر سعد ملعون شمر نے خیام حسینی پر دھاوا بول دیا۔ خیموں میں آتش زنی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ پاک بیبیاں پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر سر چھپاتی پھرتی تھیں خوف زدہ بچے جھاڑیوں میں چھپتے پھرتے تھے۔ ان خونخوار۔ ننگ انسانیت درندوں کو جب خیام

حسینیؑ سے مال واسباب دنیا کی کوئی چیز نہ ملی تو نوک نیزہ سے مخدرات عصمت وطہارت کے سروں سے چادریں اور کانوں سے در نوچ لیے۔ شہدا کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کر دیے اور لاشوں کو گھوڑوں کے سموں تلے پامال کر دیا۔

کربلا کے بیاباں میں سورج غروب ہو رہا تھا اور لٹا ہوا حسینیؑ قافلہ کھلے آسمان تلے پڑا اپنی حالت زار پر خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ غریب الدیار بے آسرا آفت زدہ عورتوں اور بچوں پر یہ ایسی پرہول وحشت ناک اور غمگین شام آئی کہ چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ چار دن سے بھوکے پیاسے بچے اور خواتین اپنا سب کچھ لٹا کر بیمار امام سید سجادؑ کے گرد افسردہ وپژمردہ بیٹھے ہوئے تھے۔

عاشور کی صبح سب مستورات اور بچوں کے سرپرست ومحافظ زندہ تھے۔ حضرت عباسؑ وعلی اکبرؑ، قاسمؑ وعونؑ ومحمدؑ نیز امام حسینؑ کے بہتر (۷۲) اصحاب انصار موجود تھے مگر ہنگام عصر کے بعد سوائے عابدؑ بیمار بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے کوئی مرد باقی نہ تھا۔ وطن سے دور بیابان کربلا میں کوئی تسلی دینے والا نہ تھا سوائے خدا کے سب سہارے ٹوٹ چکے تھے۔

مدینہ کہاں اور کہاں کربلا
کہاں کا مسافر کہاں رہ گیا
نہ پھر باغ زہراؑ میں آئی بہار
اسیروں میں ذکرِ خزاں رہ گیا

زوجۂ حر کی آمد: رات کے اندھیرے میں حضرت حر شہید کی بیوہ کچھ کھانا اور پانی لیکر اسیروں کے پاس حاضر ہوئی سب کو سلام کیا پھر بی بی زینبؑ وام کلثومؑ کو ان کے بھائی امام حسینؑ و دیگر شہدائے کربلا کا پرسہ دیا۔ ان مخدرات نے بھی زوجۂ حُر سے ان کے شوہر اور بیٹے کی شہادت پر تعزیت کی۔ حر کی بیوی نے طعام و پانی پیش کیا، تین دن کے بعد پانی دیکھ کر تمام مستورات اپنے شہیدوں کی پیاس یاد کر کے رونے لگیں اور پانی پینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر زین العابدینؑ کے اصرار پر سب راضی ہوئے۔

اسیرانِ کربلا کی جانب کوفہ روانگی: ۱۱ محرم کی صبح ابن سعد ملعون کے حکم سے سب عورتوں بچوں کو بے پالان اونٹوں پر سوار کیا گیا بیمار امام کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں طوق و زنجیر پہنائے گئے۔ ستم بالائے ستم اہلبیتؑ رسول کے ان مظلوم قیدیوں کو قصداً شہدا کی پامال شدہ لاشوں کے قریب سے گزارا گیا۔ اسیروں نے جب اپنے پیارے مقتولین کی پامال بے گوروکفن لاشیں دیکھیں تو بے ساختہ اپنے کو اونٹوں سے نیچے گرا دیا۔ ہر بی بی اپنے شہید رشتہ دار کے سرہانے بیٹھ کر گریہ و بکا کرنے لگی۔ بی بی زینبؑ شہزادی سکینہؑ کو لیے اپنے ماں جائے حسینؑ کی لاش پر آئیں۔ اسیران اہلبیتؑ نے اپنے شہدا پر ایسا نوحہ و ماتم کیا کہ زمین و آسمان لرز کر رہ گئے جناب زینبؑ و ام کلثومؑ نے مدینہ کی طرف رخ کر کے اپنے نانا رسول خدا سے فریاد کرتے ہوئے کہا: "اے نانا جان آپ کے دوش مبارک کا سوار ریگستان کربلا میں بے گوروکفن خاک وخون میں غلطاں پڑا ہے آپ کی بہو بیٹیاں ننگے سر ریسماں بستہ قیدی بنائی گئی ہیں۔

بیکس و مجبور قیدی اپنے مقتولین پر آنسو بہا رہے تھے کہ عمر سعد ملعون نے کوچ کا حکم دے دیا۔ عورتیں اور بچے اپنے لواحقین کے بے گوروکفن لاشے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے شمر وخولی وغیرہ نے انہیں تازیانوں سے اذیتیں دیتے ہوئے چلنے پر مجبور کیا۔

اسیرانِ اہلبیتؑ کا کوفہ میں داخلہ: ادھر یزیدی فوج قیدیوں کو جانب کوفہ لیجا رہی تھی ادھر گورنر کوفہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون شہر میں جشن فتح کا اعلان کر رہا تھا۔ قیدیوں کی آمد کا سن کر لوگ جوق در جوق سڑکوں، بازاروں اور چھتوں پر انکا تماشہ دیکھنے جمع ہو گئے۔ قافلہ حسینیؑ شہر میں اس طرح داخل ہوا کہ آگے آگے خولی ملعون بلند نیزے پر سرِ حسینؑ اٹھائے ہوئے تھا جس سے مسلسل تلاوت قرآن جاری تھی۔ اس کے پیچھے جناب عباسؑ و علی اکبرؑ و قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ و دیگر خاندانِ ابوطالبؑ کے سر نیزوں پر آویزاں تھے۔ ان کے پیچھے اونٹوں پر بے مقنع و چادر اپنے چہروں کو بالوں سے چھپائے چند بیبیاں اپنے معصوم بچوں کو سنبھالے بیٹھی تھیں، قیدیوں کے لباس خاک آلودہ تھے اور سروں پر خاک اڑ رہی تھی۔

ہر طرف تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ چھتوں پر کھڑی عورتیں اپنے بچوں کے سروں کے صدقے کی کھجوریں قیدی بچوں کی طرف پھینک رہی تھیں۔ رسول اللہؐ کی چھوٹی نواسی بی بی ام کلثومؑ نے شہزادی سکینہؑ اور دوسرے بچوں سے صدقے کی کھجوریں لیکر واپس تماشائی عورتوں کی طرف پھینکتے ہوئے کہا" یا اھل لکوفه و الشام ان الصدقه علینا حرام"۔ اے کوفہ وشام والو صدقہ ہم اہلبیتؑ پر حرام ہے۔ یہ سن کر عورتیں تعجب سے بولیں صدقہ تو صرف محمدؐ و آل محمدؐ پر حرام ہے۔ آپ کوئی آل رسولؐ ہیں۔

بی بی نے جواب دیا۔ واللہ نحن آل محمدؐ خدا کی قسم ہم ہی آل محمدؐ ہیں۔ کیا نیزے پر تلاوت قرآن میں مصروف سر کو نہیں پہچانا۔ یہ رسول اللہؐ کے نواسے، علیؑ و فاطمہؑ کے لخت جگر حسینؑ ہی کا تو سر ہے۔ یہ میرے ساتھ والے اونٹ پر ثانی زہرا دختر علی ابن ابی طالبؑ بی بی زینبؑ ہی تو ہے۔ اب جو عورتوں نے غور سے دیکھا تو پہچان گئیں۔ کہنے لگیں: ہائے افسوس یہ قیدی تو رسول خداؐ کے اہلبیتؑ ہیں جن کا ہم تماشا دیکھنے آئے ہیں اب تو شرم کے مارے سب کے سر جھک گئے۔ ضمیروں نے ملامت کی، دلوں کو دھچکا لگا۔ خاندانِ رسالتؐ کے ساتھ یہ ناروا سلوک دیکھ کر سب مرد و زن گریہ و بکا کرنے لگے اور ظالموں پر نفرین کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔

قیدی ابن زیاد کے دربار میں: شہدائے کربلا کے سر اور قیدی کوفہ کے گورنر ابنِ زیاد ملعون کے دربار میں پیش کیے گئے۔ امام حسینؑ کا سر طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے نہایت مسرت و انبساط کا اظہار کیا اور کچھ نازیبا الفاظ بھی دہرائے۔ پھر چھڑی سے سر اقدس کی بے ادبی کرنے لگا۔ (حضرت زید بن ارقمؓ رسول اللہؐ کے بوڑھے صحابی سے یہ حرکت اور بے حرمتی دیکھی نہ گئی بھرے دربار میں پکار کر کہا: او زیاد کے بیٹے ان لبوں سے چھڑی ہٹا لے، خدا کی قسم میں اپنی آنکھوں سے رسولؐ خدا کو ان کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ پیغمبر خداؐ فرمایا کرتے تھے: میرا یہ بیٹا جنت کے جوانوں کا سردار ہے جنت میں وہی جائے گا جو اس سے محبت کریگا۔ ابن زیاد نے کہا: یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے اگر صحابی رسولؐ نہ ہوتا میں

اسے قتل کرا دیتا۔ زید بن ارقم لعنت ملامت کرتے ہوئے دربار سے چلے گئے۔

اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے جناب سید سجادؑ اور بی بی زینبؑ کی شان میں گستاخانہ اور ناسزا الفاظ کہے۔ بی بی نے کہا: خدا ظالموں کو جو تھوڑی سی مہلت دیتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ ان کے اعمال بد سے راضی ہے بلکہ وہ انہیں مزید ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اور ظلم کریں پھر ان پر شدید عذاب کیا جائے۔ اللہ کی پکڑ بڑی مضبوط ہے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ابن زیاد غضبناک ہو کر بکواس کرنے لگا اس کے کارندوں نے سمجھایا کہ عورت پر سختی ٹھیک نہیں لوگ کیا کہیں گے اپنی خفت منانے کے لئے بولا: یزید کو اللہ نے فتح دی اور تمہارے باغی بھائی کو شکست ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عفیف کی شہادت: دربار میں ابن زیاد ملعون کی جناب زینبؑ سے گستاخانہ گفتگو ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ ایک نابینا شخص عبداللہ بن عفیف ازدی جو محب اہلبیت تھا بھرے دربار میں کھڑا ہو گیا اور ابن زیاد سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: او ناخلف کی اولاد تو جھوٹا تیرا باپ کذاب۔ اور فاسق و فاجر تو نے اولاد پیغمبرؐ کو بے جرم و خطا قتل کیا اب ان کی شان میں گستاخی اور بکواس کرتا ہے خدا تجھ پر لعنت کرے۔ ابن زیاد ملعون نے اسے قتل کروادیا۔ یہ تھی حق کی فتح کی ابتدا سر قلم ہوتے رہے مگر حق کی حمایت اور جرأت اظہار سلب نہ ہو سکی۔

اسیرانِ کربلا کی کوفہ سے شام روانگی: دوسرے دن ابن زیاد نے شمر اور خولی کو حکم دیا کہ قیدیوں کو پابہ زنجیر شام کے صدر مقام دمشق میں حاکم وقت یزید پلید کے پاس لے جاؤ۔ دمشق کوفہ سے تقریباً بارہ سو کلومیٹر فاصلے پر واقع ہے۔ سفر بڑا کٹھن تھا۔ جنگل بیابانوں میں میلوں سائے اور پانی کا نام و نشان تک نہ تھا قیدیوں میں عابدؑ بیمار کے علاوہ چند مستورات اور بچے تھے جنہیں بے پالان اونٹوں پر رسیوں سے جکڑ کر سوار کیا گیا تھا۔ حاکم کا حکم تھا یہ سفر سترہ دنوں میں طے ہونا چاہیے۔ جلدی پہنچنے کی خاطر ظالموں نے اونٹ اس قدر تیز دوڑائے کہ بے کجاوہ اونٹوں پر بیبیاں اپنے بچوں کو سنبھال نہ سکیں، اونٹوں سے

گرتے وقت بچے چیختے چلاتے کہ ماں میں گرا۔ ہاتھوں سے دامن چھوٹ جاتے اور بچے نیچے گر جاتے اور پیچھے آنے والے اونٹوں کے پیروں تلے کچل جانے سے ہلاک ہو جاتے۔ مجبور و بے بس بیبیاں چیخ و پکار کرتیں کہ ہائے بچہ گیا وہ خود کیسے سنبھالتیں ان کے ہاتھ تو پس گردن بندھے ہوئے تھے۔

مقتل کی کتابوں میں لکھا ہے کوفہ سے دمشق تک چالیس عورتیں اور بچے دوران سفر ہلاک ہو گئے۔ جبھی تو قید یزید سے رہائی پا کر جب صرف دس بارہ افراد مدینہ پہنچے تھے تو بی بی ام کلثومؑ نے آہ و فریاد کرتے ہوئے مرثیہ کہا تھا "اے ناناؐ کے مدینے ہمیں قبول نہ کر جب ہم تجھ سے جدا ہوئے تھے تو ہمارے سروں پر ہمارے سرپرست و محافظ موجود تھے ہماری مستورات کی گودیاں بچوں سے بھری ہوئی تھیں آج ہم اس حالت میں لوٹے ہیں کہ مردوں میں سید سجاد امام زین العابدینؑ اور ننھے باقرؑ کے سوا کوئی نہیں بچا کتنی مستورات اور بچے سفری صعوبتوں میں ہلاک ہو گئے۔"

اسیرانِ اہلبیتؑ دربار یزید میں: جب یہ مقدس قافلہ دمشق شہر میں داخل ہوا تو بحکم یزید شہر کو بطور جشن سجایا جا رہا تھا۔ قیدیوں کا تماشا دیکھنے گلیوں اور بازاروں میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ کوٹھوں کی چھتوں پر کھڑے مرد اور عورتیں حقارت اور خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے۔ بعض نابنجار قیدیوں پر پتھر مارتے تھے جس سے کئی عورتیں اور بچے زخمی ہو گئے۔ شہزادی سکینہ کی بڑی بہن فاطمہ کبریٰ پتھر لگنے سے شہید ہو گئیں جن کا مزار ایک کوچے میں آج بھی موجود ہے۔ قیدیوں کو باب ساعات پر کئی گھنٹے اس لئے روکے رکھا گیا کیونکہ دربار کی تزئین و آرائش مکمل نہیں ہوئی تھی۔ دربار یزید خصوصی طور پر سجایا گیا تھا جس میں سات سو کرسیاں صرف غیر ملکی سفیروں اور شام کے امیروں وزیروں کے لئے مخصوص تھیں۔ دربار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یزید ملعون تخت شاہی پر بڑے غرور و تمکنت سے بیٹھا شراب کے نشے میں جھوم رہا تھا۔ اتنے میں سید الشہداء امام حسینؑ اور ان کے عزیزوں کے کٹے سر اس کے سامنے پیش کیے گئے۔

آمیز الفاظ کہے۔ قیدی امامؑ نے کہا: او یزید جو تو نے چاہا کہہ لیا اب مجھے بھی بولنے کی اجازت دے۔ یزید نہیں چاہتا تھا مگر درباریوں کے اصرار پر اجازت دے دی۔ سید سجادؑ نے حمد باری تعالیٰ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد اپنا مختصر سا تعارف کرایا کہ ہم اہلبیت رسولؐ ہیں جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ ہم وہ ہیں جن پر اللہ اس کے ملائکہ اور تمام مومنین درود وسلام بھیجتے ہیں۔ پھر سانحہ کربلا۔ یزیدی مظالم اور شہادت امام حسینؑ پر روشنی ڈالی۔ لوگوں کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی کہ قیدی عورتیں بچے رسول اللہؐ کی عترت اہلبیت ہیں تو سب لوگ یزید پر لعنت اور نفرین کرنے لگے۔

یزید نے دربار میں آثارِ بغاوت دیکھے تو موذن کو بے وقت اذان کہنے کا حکم دیا۔ موذن جب اشهدان محمد رسول اللہ پر پہنچا تو امامؑ نے اسے روک کر یزید سے پوچھا: او یزید بتا جس رسول کا نام لیے بغیر تیرا دین، تیرا کلمہ اور تیری اذان مکمل نہیں آیا وہ تیرا ناناؐ ہے یا میرا۔ یزید کو کہنا پڑا وہ تمہارا ہی ناناؐ ہے۔ آپؑ نے کہا: پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کی آل اولاد اور اس کی بہو بیٹیوں کو بھرے دربار میں ننگے سر قیدی بنا کر کھڑا کیا ہوا ہے اور اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھا رکھا ہے۔ امامؑ کے ان الفاظ سے لوگوں کے دل ہل کر رہ گئے اور یزید پر لعنت ملامت کرنے لگے۔ حق کی فتح کے آثار باطل کے اصل گڑھ سے نمودار ہونے لگے۔ شہادت حسینؑ کا بھی یہی مقصد تھا۔ بقول علامہ اقبالؒ

خون او تفسیر این اسرار کرد
ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد

یعنی امام حسینؑ کے خون ناحق نے چھپے ہوئے رازوں کو اس طرح آشکارہ کر دیا کہ امتِ محمدیہ کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔

اس خونِ ناحق کا کوفہ وشام کے عوام پر جو اثر ہوا وہ اپنی جگہ خود یزید کی اپنی بیوی اور بیٹا معاویہ ثانی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے وہ یزید سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ تین سال بعد جب یزید واصل جہنم ہوا تو اس کا بیٹا معاویہ ثانی تخت نشین ہوا اس نے برسر

منبر اپنے باپ اور دادا کی بداعمالیوں اور مظالم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ جس سلطنت کی بنیاد آل محمدؐ کے خون ناحق پر رکھی گئی ہو میں اس سے پناہ مانگتا ہوں پھر وہ تخت وتاج کو خیرباد کہہ کر گھر کے اندر چلا گیا اور چالیس روز بعد انتقال کر گیا۔ یہ تھی خون ناحق کی تاثیر اور اس کا ردعمل، سچ ہے امام حسینؑ نے اپنا سب کچھ راہ حق میں لٹا کر امت محمدیہ کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور قیامت تک کے لئے یزیدی مظالم کو بے نقاب کر دیا۔ بقول جوش ملیح آبادی:

تاجداری کی جلالت غرقِ خواری ہوگئی
پارہ پارہ آبروئے شہریاری ہوگئی
گوہر خوش آب نے شعلوں کو پانی کر دیا
ضعف نے طاقت کو صیدِ ناتوانی کر دیا
فقر نے دولت کو محوِ نوحہ خوانی کر دیا
دین نے دنیا کو وقفِ سرگرانی کر دیا
صرف اک تنویر نے ظلمت کی خندق پاٹ دی
پنکھڑی کی دھار نے لوہے کی گردن کاٹ دی

آل محمدؐ کی درد بھری کہانی حق و باطل کے متلاشی کے لئے ایک درس عبرت ہے۔ دیکھو غور سے دیکھو شمر وعمر سعد تباہ ہوگئے، حرملہ ملعون کا کہیں ذکر نہیں۔ ابن زیاد موت کے گھاٹ اتر گیا۔ یزید واصل جہنم ہوگیا لیکن حسینؑ کے خون بھرے عمامے کی یادگار، علی اصغرؑ کے جھولے کے نشان آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ عباسؑ کا قاتل موت کا شکار ہوگیا مگر عباسؑ کا علم آج بھی اسلامی دنیا کی رگوں میں خون کو جوش دلانے کے لئے منظر عام پر نظر آتا ہے۔ علی زین العابدینؑ کو طوق وزنجیر پہنانے والے فنا ہوگئے مگر زین العابدینؑ کے طوق وزنجیر محرم میں سینکڑوں شہزادوں اور نواب زادوں کی گردن میں آویزاں دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھو ذلت کا سامان اہلبیتؑ سے منسوب ہو کر عزت کا نشان بن گیا۔ کیا قدرت کا یہ

صاف اور صریح فیصلہ مادہ پرست دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ امام حسینؑ کی کربلا والی تین دن کی بھوکی پیاسی زندگی نے اسلام کی صداقت و حقانیت کا جو ناقابل انکار ثبوت پیش کیا اور اس پُر درد کہانی نے جو تبلیغ اسلام کے لئے عالمگیر سامان پیدا کر دیے وہ صدیوں میں بھی کسی سے نہ ہو سکے۔

یزید یت لت و رسوائی کا لبادہ اوڑھ ذکر فنا ہو گئی۔ نام و نشان باقی نہیں مگر حسینؑ ابن علیؑ کی فتح کا نقارہ آج بھی بج رہا ہے اور تا قیامت اگر کوئی فاتح ہے تو حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

آؤ کربلا میں آ کے دیکھو حسینؑ ابن علیؑ کی عظمت۔ کربلا منظر عام پر پکار کر کہہ رہی ہے:

حسینؑ ابن علیؑ نے عالمین کو فتح کر لیا۔ زبان رسالت چوس کر آغوش رسالت میں پروان چڑھنے والے حسینؑ نے دین اسلام کو قیامت تک کے لئے زندہ کر دیا۔ حج : اس سال ۳۵، ۳۰ لاکھ لوگوں کا اجتماع تھا اور کربلا میں قبر حسینؑ پر ایک کروڑ کا۔